مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ کی ایک اور پیشکش

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (الآیۃ)

انوارِ حق

جلد اول

جامعہ دار العلوم حقانیہ کے نائب مہتمم استاذ حدیث و تفسیر حضرت مولانا انوار الحق حقانی صاحب کے خطبات اور مواعظ جمعہ کا حسین گلدستہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کی ایک جھلک "الولد سر لابیہ" کا ایک نمونہ علوم و معارف کا خزینہ مختلف موضوعات پر علمی و دینی اور روح پرور تقاریر کا دلچسپ مرقع "از دل خیزد بر دل ریزد" کا صحیح مصداق، سلاست اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے، خطباء، واعظین، مبلغین اور اصلاحی حلقوں میں یکساں مفید ہے

—— مرتبین ——

○ حافظ فضل اللہ جان سواتی

○ حافظ سلمان الحق حقانی

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

Scanned with CamScanner

جامعہ عثمانیہ کی آپ کی خدمت میں ہمدردانہ اپیل

بحمد اللہ تعالیٰ جامعہ عثمانیہ پشاور کی ظاہری اور باطنی ترقی میں آپ جیسے بے لوث خدام دین کی توجہات کا فعال کردار رہا ہے اس مختصر مدت میں خلاف توقع ترقی محض اللہ کے فضل وکرم اور آپ جیسے حضرات کی توجہات کی مرہون منت ہے وسائل فقدان کے باوجود گذشتہ سال سے جامعہ میں درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا اجراء اور جامعہ کے ساتھ متصل مکان کی چار لاکھ روپے میں خریداری حوصلہ افزا اقدام ہے آپکو معلوم ہوگا کہ جامعہ کی تعلیمی وتعمیری کارکردگی اکتالیس رکنی مجلس شوریٰ کے موقر اراکان حضرات کے مشوروں اور فیصلوں کی تابع ہے جس کے لئے ہر سال جمادی الثانیہ کے آخری عشرہ میں اجلاس ہوتا ہے امسال 2 نومبر 1996ء کے منعقدہ اجلاس میں آئندہ تعلیمی سال نمبر5 کے لئے درجہ خامسہ کے اضافہ اور دوسرے درجات میں جزوی اضافہ کو مد نظر رکھتے ہوئے 12'12'487 (بارہ لاکھ بارہ ہزار چار سو ستاسی روپے) تخمینی بجٹ کی منظوری دی گئی ہے جبکہ سال رواں میں جامعہ کے لئے متصل مکان کی خریداری کی وجہ سے جامعہ تین لاکھ سے زائد کا مقروض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ مجلس شوریٰ کے مخلص اراکین، علماء دیندار اور خدا ترس حضرات کے دستخط سے ثبت شدہ درخواست انشاء اللہ شرف قبولیت حاصل کرے گی لیکن عالم اسباب میں آپ جیسے درد دین رکھنے والے مسلمانوں سے رابطہ رکھنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ آپکی حلال آمدنی میں یقیناً" جامعہ کا کچھ حصہ ہوگا۔

خدا کرے کہ آپکی زکوٰۃ عطیات سے جامعہ کے متوقع اخراجات اور قرض کا ناقابل تحمل بوجھ جزوی یا کلی طور پر پورا ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے (آمین)

آپ کا خیر اندیش
مفتی غلام الرحمٰن
مہتمم جامعہ عثمانیہ نوتھیہ روڈ پشاور
فون: 273561

اکاؤنٹ نمبر
1204-96
حبیب بینک برانچ پشاور صدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
والعصر
ان الانسان
لفی خسر

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

العصر

پشاور
پاکستان

ماہنامہ

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمن

جامعہ عثمانیہ

نوتھیہ روڈ ــــ پشاور

العصر اور آپ کی ذمہ داری

جن حضرات کی رکنیت کا ایک سال پورا ہو رہا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ نئے سال ک
اپنا چندہ مبلغ =/70 (ستر روپے) سالانہ مقامی نمائندگان کے ذریعہ یا بذریعہ منی آرڈر دفتر
العصر" کو بھیج دیں تاکہ اس کمر توڑ مہنگائی - ناموافق فضا اور ابتدائی حالات کے ہوتے ہوئے
اپنا خوشگوار سفر جاری و ساری رکھ سکے۔

چندہ کے اختتام پر اطلاع دینے کے باوجود کسی رکن کی طرف سے زرتعاون موصول نہ ہو
(وی ۔ پی) بھیجا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا رکن کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے۔

ادارہ العصر کے نمائندگان حضرات

1- خان بادشاہ :- سٹور سپروائزر چراٹ سیمنٹ فیکٹری پوسٹ بکس 28 ضلع نوشہرہ
2- مولانا فصیح الرحمان صاحب :- 229/A بلاک اے شیرشاہ کالونی کراچی 28
3- مولانا مفتی محمد کیس :- منیر برادرز نیو روڈ منگورہ سوات
4- مولانا ضیاء الرحمان :- حبیب جنرل سٹور جان مارکیٹ دوبندی بازار جہانگیرہ ضلع
5- شاہ نواز صاحب :- گاؤں باندہ منیر خان ڈاک خانہ سرائے نعمت خان ضلع ہری پور ہزارہ
6- حمید خان و ظاہر شاہ :- پاکستان ٹوبیکو کمپنی اکوڑہ خٹک ریڈ شفٹ خوشحال گروپ ضلع نوشہرہ۔
7- مولانا شمشاد علی صاحب :- ناظم اعلیٰ دارالعلوم سعیدیہ اوگی ضلع مانسہرہ۔
8- قاضی محمد طیب :- مقام عمرزئی ضلع چارسدہ
9- جناب غنی الرحمان :- غنی فوٹو سٹیٹ مال روڈ مردان
10- مولانا خلیل اللہ حقانی :- مقام روپ کئی تحصیل الائی ضلع بٹ گرام
11- مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی :- خانیوال ایک مینار والی مسجد
12- مولانا مفتی محمد زرین شاکر خطیب جامع مسجد صدیق اکبر محلہ پٹھان خیر آباد
13- حاجی محمد حسین - حسین انٹرپرائزز ڈھیری باغبانان پشاور
14- مفتی دلبر شاہ - مدرسہ عربیہ اظہارالاسلام پنڈی روڈ چکوال
15- قاری ولی اللہ - خطیب (پی ٹی وی) پشاور

Scanned with CamScanner

ماہنامہ العصر پشاور

جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۲

مجلس ادارت — سرپرست: الشیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ

مدیر مسئول: مفتی غلام الرحمن — نائب مدیر: مولانا ڈاکٹر حسن عثمانی

فروری ۱۹۹۷ء — رمضان / شوال ۱۴۱۷ھ

[illegible]

صدائے عصر
مدیر مسئول

نگران حکومت اور قادیانی مفادات کا تحفظ

اخباری اطلاعات کے مطابق وزارت داخلہ نے پاسپورٹ اور بعض دیگر ضروری کاغذات میں قادیانیوں کے لئے مذہب کے تعارف میں قادیانی کی جگہ "احمدی" لکھنے کی تاکید ہے۔ ختم نبوت کے پروانوں کے شدید ردعمل کے نتیجہ میں حکومت کو وضاحتی بیان جاری کرنا پڑا کہ پاسپورٹوں کی اجراء کے سلسلہ میں قادیانیوں ' احمدیوں کو کوئی حیثیت نہیں دی گئی بلکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ اس وقت پاسپورٹ کے لئے درخواست کی وصولی اور پاسپورٹ کے اجراء کے سلسلے میں جو طریقہ کار ہے وہ 1977ء سے نافذ ہے (نوائے وقت 12 جنوری)

کیا حکومت نے واقعی کسی ایسے اقدام کی کوشش کی ہے جس سے قادیانیوں کے مفادات کا تحفظ ہو یا کہیں یہ غلط فہمی کا نتیجہ ہے جس کے ازالہ کے لئے حکومت کو وضاحتی بیان جاری کرنا پڑا۔

درحقیقت نگران حکومت نے اس سے قبل کچھ ایسے اقدامات کئے ہیں جن کو دیکھ کر یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ قادیانیوں کے لئے مزید نرم گوشہ اختیار کیا جائے۔ مثلاً قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد بائیس سال میں کوئی قادیانی صوبائی مرکزی وزیر نہیں رہا اگرچہ قانون میں غیر مسلم اقلیت سے بھی وزراء لینے کی گنجائش ہے تاکہ وہ اپنے ہم صنف لوگوں کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ لیکن ملک میں قادیانیوں سے شدید نفرت کی وجہ سے غیر مسلم اقلیت کے پلیٹ فارم سے بھی ان کو آنے کا موقع نہیں ملا۔ شاید یہ صرف نگران حکومت کا سیاہ ترین کارنامہ ہے کہ سندھ میں ایک مبی

Scanned with CamScanner

قادیانی وزیر کو کابینہ میں لیا گیا ہے اور پھر ملک کے طول و عرض میں اس پر احتجاج در احتجاج صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ حکومتی حلقے اس پر ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ اس کو تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ ایسا ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نگران حکومت کے دور میں لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس خلیل الرحمان صاحب کو اپنا موقر منصب چھوڑ کر سپریم کورٹ جانے پر محض اس وہ سے مجبور کیا گیا کہ انہوں نے ایک قادیانی کی بطور جج تقرری کی سفارش کرنے سے انکار کیا تھا۔ ان سیاہ کارناموں کے بعد حکومت کا وضاحتی بیان شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے ناکافی ہے بلکہ حکومت کا وضاحتی بیان خود اس کی دعوت دے رہا ہے کہ آخر کار ایسے شبہات پھیلانے کے پس منظر میں کون سے عوامل متحرک ہیں ؟ اور حکومت کو برات کے لئے وضاحتی بیانات کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

قادیانیوں کے بارے میں احمدی لکھنے سے اگرچہ ان کے غیر مسلم اور ارتداد کا متفقہ عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتا اور نہ اس سے ان کو مسلمان بننے کی کوئی سند ملتی ہے۔ لیکن ختم نبوت کے ان غداروں کے بارے میں کسی قسم کے نرم گوشتہ اختیار کرنے سے بے دینی اور ارتداد کا جو طوفان برپا ہو سکتا ہے پھر اس کا مقابلہ مشکل ہوگا در حقیقت قادیانیوں کے بارے میں جو نفرت اس نام سے بیٹھی ہے اور ان کی قباحتوں اور غلاظتوں کے لئے لفظ قادیانی جو عنوان بنا ہوا ہے اس سے ان کا جو قانونی اور معاشرتی تعارف ہے یہ "احمدی" کے عنوان میں نہیں پایا جاتا اس لئے اس کی تبدیلی پر عوامی جذبات کا رد عمل فطری عمل ہے۔ ممکن ہے کہ قادیانی کی جگہ "احمدی" لکھنے کی گنجائش کی صورت میں کل مسلمان کا اضافہ کر کی احمدی مسلمان اور غیر احمدی مسلمان کی تقسیم سے دوبارہ اس مقدس دیوار کو پھاندنے میں ان کو کامیابی حاصل ہو جس کی وجہ سے ان کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے قادیانی مسلمان معاشرہ کا اچھوت طبقہ بنا ہوا ہے اور مسلم معاشرہ میں ان کو برداشت نہیں کیا جا رہا ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نگران حکومت کو اس سے کیا فائدہ ہے ؟ اور صدر پاکستان اس پر خاموشی کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ در حقیقت حکومت غیر ملکی

Scanned with CamScanner

آقاؤں کی خوشنودی کے لئے ایسے اقدامات فرائض منصبی سمجھتی ہے حکومت کی یہ کوشش ہے کہ وہ وسعت قلبی کا مظاہرہ کرے تاکہ امریکہ اور یہودی لابی کے ہاں اس کا مقام پیدا ہو۔ قادیانیوں کو مراعات فراہم کرنے سے حکومت دوسری طرف عالمی اداروں سے کچھ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ نسوانی حکومت نے تو گستاخان نبوت کو وی آئی پی کی حیثیت دیکر پورے پروٹوکول کے ساتھ ملک سے باہر بھیج دیا اور نگران اندرون ملک ان کی نگرانی کر رہی ہے ارباب اقتدار کو جاننا چاہئے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی خوشنودی اور تقرب سے تمہاری حکومت کو کبھی دوام نہیں مل سکتی اور نہ ان کے منشاء کے مطابق مذہبی معاملات میں نرم گوشہ رکھنے سے یہ لوگ تم سے خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ولن ترضی عنک الیھود والانصاری حتی تتبع ملتھم (البقرہ)

یعنی یہود اور نصاریٰ تجھ سے کبھی خوش نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے مذہب کو مکمل اختیار نہ کرو تاریخ شاہد ہے کہ جس نے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے مذہب کو چھیڑا یا کسی دینی اقدار کو پائے مال کیا اس کو ذلت سے جانا پڑا۔ آج تمہاری بقاء کا تحفظ مذہبی اقدار اپنانے میں ہے۔

ویسے بھی نگران حکومت عوامی توقعات پر پورا اترنے میں ناکام رہی نسوانی حکومت کے خاتمہ کے بعد عوام نے صرف اس وجہ سے نگران کو خوش آمدید کہا کہ اس کی وجہ سے سفید پوش ڈاکوؤں اور چوروں کا محاسبہ ہوگا اور دوبارہ انتخاب میں ایسے باکردار لوگ سامنے آئیں گے جو اپنے پیٹ کی بجائے ملک و قوم کے مفادات کے لئے سوچیں گے۔ لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ ان چوروں اور کرپٹ سیاستدانوں کو ایک دفعہ پھر قوم کی قسمت سے کھیلنے کا موقعہ فراہم کیا جا رہا ہے۔ جبکہ گرانی اور مہنگائی کا گراف تیزی سے بڑھ رہا ہے آئے دن ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی خوشنودی کے لئے قوم پر ٹیکسوں کے ناقابل تحمل بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔

بہرحال مہنگائی یا سیاسی امور میں تحمل قابل برداشت ہے۔ جن میں چشم پوشی یا مفاہمت کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ لیکن ختم نبوت یا دیگر مذہبی معاملات میں دخل

اندازی کی صورت میں نرم رویہ رکھنا جرم ہے۔ اس لئے حکومت کے لئے صرف وضاحتی بیان پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ دوسرے اعلانات کو واپس لیکر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے سے گریز کرنا چاہئے ورنہ ایسے اقدامات کا نتیجہ ذلت ' رسوائی اور خسران کے سوا کچھ نہیں۔

والعصر ان الانسان لفی خسر

عبدالسلام الرحمٰن عفی عنہ

۱۸/۹/۱۹۹۷ء

اعلان

ملک خداداد میں سال ۱۹۹۷ء گولڈن جوبلی کے طور پر منانے کی مناسبت سے ادارہ کی خواہش ہے کہ قیام پاکستان میں علماء کرام کے کردار سے عوام کو روشناس کرایا جائے کہ اس ملک کے قیام میں علماء کرام نے کیا قربانیاں دی ہیں اور متعصب قلم نگاروں نے علماء کی قربانیوں سے چشم پوشی کر کے مخلوق خدا کو ان کے کارناموں سے اندھیرے میں کیوں رکھا ہے؟ پورے ملک کے علماء کرام کے کارناموں کا تذکرہ شاید گراں ہو اس لئے ادارہ اس موقعہ پر اپنی سرگرمیاں علماء سرحد کے کارناموں کے تذکرہ تک محدود رکھتا ہے۔

امید ہے کہ اس موضوع پر معلومات رکھنے والے حضرات ہمارے ساتھ تعاون فرما کر قیمتی مضامین بھیجنے میں دیر نہیں کریں گے۔

ادارہ العصر

Scanned with CamScanner

دار الافتاء

مفتی غلام

سوال :۔ الف نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری
بیوہ کی رہے گی دوسری جائیداد اگرچہ ورثاء آپس میں تقسیم کریں لیکن دکان
کے حق میں ہوگی تاکہ وہ زندگی آسودگی سے گزار سکے ایسی صورت میں جب
مرجائے تو کیا اس کی وصیت نافذ رہے گی یا نہیں اور اگر مرحوم کے پسماندہ
ایک بیوہ دو بیٹے تین بیٹیاں ہوں تو جائداد کس طرح تقسیم ہوگی۔

خدا بخش

الجواب وباللہ التوفیق

مرحوم کی وصیت کے مطابق عمل کرنا اگرچہ پسماندہ ورثاء کی اخلاقی اور شرعی
داری ہے لیکن وارث کے حق میں وصیت واجب العمل نہیں شریعت نے ور
کے لئے ان کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے جو حصے مقرر کیے ہیں ان کے
وارث کو مزید کوئی اضافی چیز وصیت کی وجہ سے نہیں دی جا سکتی حضرت رسول
ﷺ نے حجتہ الوداع کے تاریخی موقعہ پر اسلام کا ناقابل تنسیخ منشور
کرتے ہوئے فرمایا۔

الا لاوصية لوارث خبردار وارث کے لئے وصیت نہیں

فقہاء کرام اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولا تجوز لوارثه (ہدایہ ۴/۶۵۷)

میت کے وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔

لیکن یہ امتناع چونکہ ورثاء کے حقوق کی نگہداشت اور تحفظ پر مبنی ہے اس

پسماندہ ورثاء اگر خود مورث کی وصیت کو اعتماد دیتے ہوئے اس پر عمل کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں گویا ورثاء کا اقدام خود اپنے حقوق کو قربان کرنے کے مترادف ہے اس لئے صورت مسئولہ میں مرحوم نے جب اپنی بیوہ کے لئے دکان کی وصیت کی ہے۔ تو بیوہ وارث ہونے کی وجہ سے وصیت کی حقدار نہیں دیگر جائداد کی طرح دکان بھی ترکہ کا حصہ شمار ہو کر تمام ورثاء میں قاعدہ شرعی کے مطابق تقسیم ہوگی۔

اگر پسماندہ ورثاء واقعی ایک بیوہ ' دو بیٹے تین بیٹیاں ہوں تو بعد ازاداء حقوق مقدمہ علی الارث بیوہ کو ثمن کل جائداد بقیہ ۷/۸ حصے دو بیٹوں اور تین بیٹیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کے حساب سے بحیثیت عصوبت تقسیم ہوں گے تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر ہوگی۔

الف مرحوم

بیوہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۱/۸	۲/۸	۲/۸	۱/۸	۱/۸	۱/۸

یعنی بیوہ کو ۱/۸ ہر ایک بیٹے کو ۲/۸ ' ۲/۸ اور ہر ایک بیٹی کو ۱/۸ ' ۱/۸ حصہ دیا جائے گا

واللہ الموفق

سوال :۔ اگر ایک شخص اپنے کسی بیٹے کو زندگی میں عاق کرے کیا اس شخص کی موت کے بعد اس کی جائیداد میں عاق بیٹے کو حصہ دیا جائے گا یا نہیں

بینوا تو جروا

سلیم کاظم پشاور

الجواب وبااللہ التوفیق

والدین کی نافرمانی بلاشک گناہ کبیرہ کے مترادف ہے لیکن اس سے رشتہ بنوت یعنی نسب پر کوئی اثر نہیں پڑتا بیٹا اگرچہ نافرمان کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی بیٹا بیٹا رہے گا۔ والدین کے حقوق میں کسی کمی روا رکھنے سے یہ بیٹے ہونے سے نہیں نکلتا ہے۔

موت کے بعد ورثاء میں جائداد کی تقسیم خود کار نظام ہے۔ موانع ارث کی مخصوص
صورتوں کے علاوہ کوئی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ ارث اضطراری حق ہے
مورث کے مرنے پر یہ حق خود بخود اس کے ورثاء کو ملتا ہے لہٰذا عاق کرنے سے
اگر بیٹے کو میراث سے محروم کرنا مراد ہو تو یہ اس کے لئے مفید نہیں دیگر ورثاء کی
طرح عاق بیٹا بھی میراث کا حقدار رہے گا۔ البتہ اگر باپ نے زندگی میں اپنی جائد
جملہ ورثاء میں تقسیم کی اور عاق بیٹے کو محروم رکھا یہاں تک کہ مرتے وقت اس
کی ملکیت میں کچھ نہ ہو تو ظاہر ہے کہ زندگی میں مالکانہ تصرفات کی وجہ سے مر
وقت ترکہ نہ ہونے کی وجہ سے عاق بیٹا حصہ رسدگی سے محروم رہے گا۔ گویا کس
وارث کو حصہ رسدگی سے محروم کرنے کے لئے پہلے اپنے آپ کو محروم کرنا پڑے
گا۔

وللہ المو

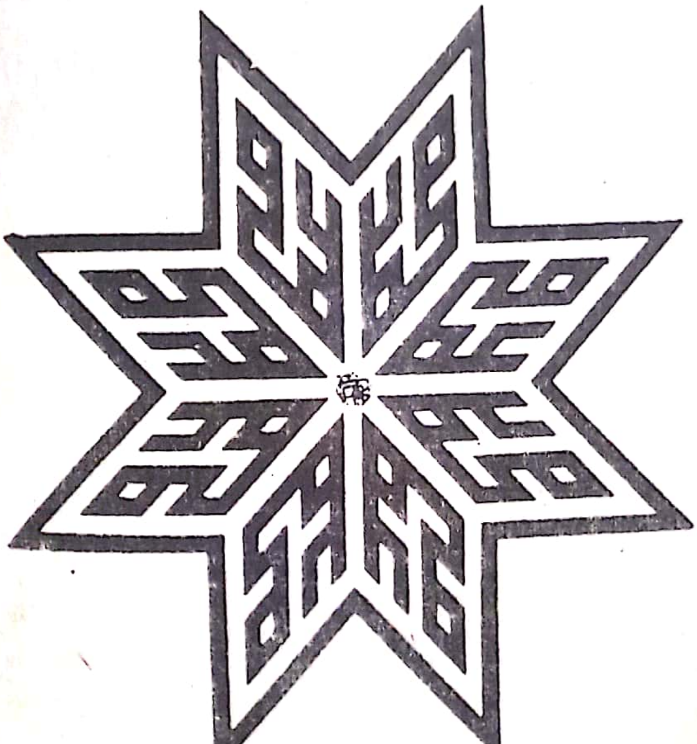

سودی معیشت

اعتراضات و جوابات

ڈاکٹر حسن نعمانی

۱۔ قرآن مجید میں ربا کی تعریف نہیں :۔ بعض لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض سننے میں آتا ہے کہ قرآن مجید میں سود کی واضح تعریف نہیں پائی جاتی اس سے معلوم ہوا کہ لوگ خود حالات و زمانہ کی رعایت سے اس کی تعریف وضع کیا کریں۔

جواب :۔ غالباً" اسی اعتراض کی وجہ سے سود خور لوگ تجارتی سود کو سود نہیں کہتے۔ اس اعتراض کے جواب کو سمجھنے کے لئے اول یہ بات ذہن میں رکھیں کہ قرآن مجید صرف و نحو کی طرح کوئی فنی کتاب نہیں کہ اسمیں اشیاء کی تعریفات اور اصطلاحات کا ذکر ہو۔ بلکہ قرآن و حدیث میں حقائق کا ذکر ہوتا ہے۔ تعریفات اور اصطلاحات تو بعد کے مجتہدین و شارحین سہولت کی خاطر وضع کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث تو ایک جانی پہچانی حقیقت کے بارے میں حلت و حرمت کا حکم دیتا ہے۔ ہاں شریعت بعض حقائق پر حلت یا حرمت کا حکم لگانے کے ساتھ بعض قیود و شرائط کا اضافہ بھی کرتی ہے۔ مجتہدین کا یہ کام ہوتا ہے کہ اس حقیقت کے بارے میں قرآن و حدیث کے نصوص کو جمع کرکے اس شی کی جامع مانع تعریف نکال دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ شی اتنی واضح اور معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کو اس کی تعریف پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے قرآن و حدیث کو صرف اس کی حلت یا حرمت کے حکم پر اکتفاء کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً" قرآن میں زنا کی تعریف کا ذکر نہیں لیکن حرمت کا حکم مذکور ہے۔ چوری کی تعریف کا ذکر نہیں لیکن حرمت کا حکم دیا۔ نماز روزہ کی تعریفیں ذکر نہیں کیں بلکہ ان کی ادائیگی کا حکم دیا۔ سود کی حرمت کا جب حکم آیا تو اس وقت جو لوگ موجود تھے ان کو یہ اشکال پیش نہ آیا کہ زنا ہے کیا چیز چوری کی ممانعت آئی سب نے اس کی حرمت کو جان لیا۔ لیکن اس مادہ پرستی کے دور میں دولت کے چند پجاریوں کو یہ اشکال سوجھا کہ قرآن میں سود اور ربا کی تعریف نہیں جس وقت سود کی حرمت نازل ہوئی وہ لوگ اس کی حقیقت کو جانتے تھے۔ لیکن آج کا سود کا دلدادہ برائے نام مسلمان ربا کو نہیں جانتا۔ امام ابو بکرا لجصاص

Scanned with CamScanner

فرماتے ہیں ۔ والربا الذی کانت العرب تعرفه و تفعله انما کان قرض الدراهم والدنانیر الی اجل بزیادة علی مقدار ما استقرض علی ما تراضون به (احکام القرآن الجصاص ج ۱ ص ۴۶۵)

یعنی عرب جس ربا کو جانتے اور کرتے تھے وہ یہ تھا کہ درہم و دنانیر قرض دے کر ایک خاص مدت کے بعد آپس کی رضامندی سے زیادہ رقم وصول کرتے تھے ۔ سود کی یہ تعریف قرآن مجید کی اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے "وان تبتم فلکم رؤس اموالکم ۔ لا تظلمون و لا تظلمون ۔"

ترجمہ ۔ اور اگر تم توبہ کرلوگی تو تم کو تمہارے اصل اموال جاویں گے نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا ۔

یعنی اصل راس المال لے لو اور زیادتی چھوڑ دو ۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہاء کرام نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ ہے کہ مثلی اشیاء میں سودی کاروبار کا احتمال ہوتا ہے ۔ موجودہ کرنسی کا شمار بھی مثلیات میں ہوتا ہے ۔ مثلی وہ اشیاء ہیں جن کے باہمی سائز، مالیت اور قیمت کے لحاظ سے گہری مماثلت پائی جائے ۔ مثلاً گندم اور چاول ۔ لہٰذا گندم کا گندم کے ساتھ چاولوں کا چاولوں کے ساتھ تبادلہ ہیں برابری ضروری ہے کمی اور زیادتی سود بن جائے گی ۔

۲ ۔ اضطرار ۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس وقت ہم ایک اضطراری صورت حال سے دوچار ہیں اس لئے نظریہ ضرورت کے تحت سود جائز ہونا چاہیے ۔

یہ تو بالکل بودا اشکال ہے ۔ مجوزین ربا نے اضطرار اور مجبوری کو یا تو پہچانا نہیں یا جان بوجھ کر اس طرح کا کمزور سہارا لیتے ہیں ۔ اضطرار تو اس کا نام ہے کہ جان مال یا دین کو انتہائی خطرہ لاحق ہو ضرورت کے تحت حرام کا ارتکاب بقدر ضرورت جائز ہو جاتا ہے ۔ لیکن موجودہ سودی نظام تو باقاعدہ منظم منصوبہ بندی کے تحت پوری دنیا میں رائج ہے ۔ حالانکہ اس کے مقابلہ میں شریعت اسلامیہ نے کاروبار اور تجارت کے لئے بے شمار جائز صورتیں دی ہیں ۔ ان جائز صورتوں میں جہاں سود کا شائبہ تھا اس کو گندے انڈے کی طرح نکال باہر کر دیا ۔ کم از کم مسلم ممالک میں مسلمانوں کو کسی ایسی خطرناک اور ہلاک کن کیفیت کا سامنا نہیں کہ ربا کے ساتھ یہ خطرات ٹل جائیں ۔ مسلمانوں نے بہ اختیار خود سودی نظام کو اپنایا ہوا ہے ۔ اس سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتے اسلامی تجارت کے بنیادی اصول ہوتے ہوئے ایسی باتیں کرنا اسلامی فہمی نہیں بلکہ کج فہمی اور غلطی فہمی ہے ۔

۳ ۔ ابتلاء عام ۔ عام لوگوں کی زبانوں پر یہ بات ہر وقت جاری رہتی ہے کہ ہماری کونسی چیز سود سے پاک

Scanned with CamScanner

۔ حکومت سودی کاروبار کرتی ہے۔ سود لیتی اور دیتی ہے۔ سودی رقم سے ہمیں تنخواہیں ملتی ہیں۔ اس قسم کی باتیں بھی جواز کی دلیل نہیں۔ حکومت اگر سودی کاروبار کرتی ہے تو وہ بھی ناجائز ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ عوام بھی سودی کاروبار شروع کردیں۔ حکومت ملازمین کو جو تنخواہیں دیتی ہے اگرچہ وہ خالص سودی رقم ہو یا سود ملی رقم ہو اس کا ذمہ دار یہ ملازم نہیں۔ کیونکہ ملازم تو اپنی اجرت لے رہا ہے ملازم کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ حکومت رقم کہاں سے لا رہی ہے۔ لیکن ملازم کو چاہیے کہ خود براہ راست سودی کاروبار میں ملوث نہ ہو۔ حکومت کا سود میں ملوث ہونا تو ملازم کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ لیکن ایک آدمی خود اپنے اختیار سے بنک کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے سودی معاملہ شروع کر دے تو اس سے رکنا اور بچنا انتہائی ضروری ہے حکومت ملازم کو جو تنخواہ دیتی ہے اگر سود کی رقم ہے تو اس میں ملازم نے تو براہ راست حکومت کے سودی کاروبار میں حصہ نہیں لیا۔ بلکہ اپنی نوکری کی اجرت لے رہا ہے۔

۴۔ متبادل نقشہ کارکانہ ہونا۔ یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ سود اگر فوراً "اور یکدم ختم کردیا ائے تو متبادل صورتوں کے نہ ہوتے ہوئے بڑی مشکلات کا سامنا ہوگا۔

یہ اشکال بھی ٹھیک نہیں۔ جب سے سودی کاروبار شروع ہوا ہے تب سے اس کی متبادل اور بہتر صورتیں موجود ہیں۔ صرف کتاب البیوع دیکھ لیں شریعت اسلامیہ میں کاروبار اور معاملات کے لئے کتنا وسیع باب ہے اس موضوع پر ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ فقہاء کرام نے جائز معاملات کی بے شمار صورتیں ذکر کی ہیں۔ موجودہ نظام بنکاری کے متبادل نظام پر علماء نے گراں قدر کام کیا ہے۔ لیکن چند سرمایہ دار اس کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ موجودہ نظام بنکاری سے صرف ان سرمایہ داروں کی تجوریاں بھرتی ہیں۔ اور اسلام نظام معیشت کے ساتھ دولت کا بہاؤ معاشرہ میں ایک فطری توازن کے ساتھ ہوگا۔ دولت پر ایک مخصوص طبقہ کا قبضہ نہیں رہے گا۔ بعض اسلامی ممالک میں بلاسود بنکاری کے تجربات ہو رہے ہیں۔ اور اس کے خاطر خواہ نتائج بھی سامنے آرہے ہیں۔ اس لئے ہر جگہ ان اسلامی اصول تجارت پر عمل ضروری ہے۔ بنک میں تو صرف روپیہ کا لین دین ہوتا ہے اس لئے بنک کو ایک تجارتی ادارہ بنانا پڑے گا۔ ایک مرتبہ اسلامی اصولوں کے مطابق بنک کام شروع کردے تو اللہ کی مدد ساتھ ہوگی "خود بخود جائز صورتیں سامنے آتی رہیں گی۔ اللہ کا وعدہ ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا**۔ ترجمہ۔ اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں ان کو اپنی راہیں۔ اسلامی بنکاری میں مشکل صرف یہ پیش آئے گی کہ اکثر لوگوں میں امانت اور دیانت کا فقدان ہے۔ جھوٹ دھوکہ اور ھوس زر کا رواج عام ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۹

Scanned with CamScanner

مفتی غلام الرحمان

مزارعت اور مساقات

"مزارعت" باب مفاعلہ سے ہو کر لغت میں "زرع" کو کہا جاتا ہے۔ جو انسان کی کو...
کا اثر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس پر جاری ہے کہ انسان جب زمین میں مح...
کر کے کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اس میں فصل پیدا کرتا ہے "معالجہ" اور "مداواۃ"...
طرح باب "مفاعلہ" ایک شخص کے فعل میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی باب مفاعلہ...
خصوصیت کہ تشارک من الجانبین کو اعتبار نہیں دیا جائے گا۔ فقہاء کرام...
نزدیک "مزارعت" اس معاہدہ کا نام ہے جو مالک زمین اور زمیندار کے درمیان ...
شرائط کی رعایت کرتے ہوئے آمدنی کے بعض حصہ دینے پر کیا جاتا ہے[1] البتہ اس م...
کا تعلق کسی مزارعت کے بجائے کسی باغ سے ہو اور پھل (Fruit) میں کام کرنے وا...
کو کچھ حصہ دیا جاتا ہو۔ تو اس کو "مساقات" کا نام دیا جاتا ہے۔

چونکہ اس معاہدہ کی رو سے "رب الارض" اور عامل دونوں کے درمیان آمدنی...
شرکت معرض وجود میں آتی ہے اس لیے اس کو شرکت کے اسباب اختیاری کے...
میں شمار کر لیا گیا۔ حضرت امام بخاری نے بھی "باب المشارکۃ الذ...
والمشرکین فی المزارعۃ" کے عنوان سے باب قائم کر کے مسلمان او...
کے درمیان شرکت کے اثبات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مزارعت کا حکم

حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک "مزارعت اور مساقات" ایک فاسد معاملہ ہے...
اس میں مزدور کی محنت کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں پائی جاتی[2]۔ مزدور کی مزدور...
چیز سے مقرر کرنا جو اس کی محنت کا اثر ہو۔ خود اس سے دھوکہ دہی کے مترادف...

---

[1] [illegible] ۱/۸/۲ ...

۲۔ محمد بن الحسن الشیبانی ـ الجامع الصغیر، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ / ۳۸۳

جو "تقریر المحلی" کے عنوان سے کتاب ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک "مزارعت" ممنوع ہے۔ لیکن "مساقات" کی گنجائش ہے البتہ مساقات کی وجہ سے اگر مزارعت ہو تو پھر جائز ہے[1]۔ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد مزارعت اور مساقات دونوں کے جواز کے قائل ہیں۔ فقہ حنفی میں ان کی رائے کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ چونکہ اس میں معاشرتی ضرورت کی رعایت ہے اس لئے امام ابو حنیفہ سے عدم جواز کے قول کے باوجود احناف صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں[2]۔

رسول کریم ﷺ کے بعض فیصلوں سے جواز کی جانب راجح معلوم ہوتی ہے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے رہنے والوں کو (ان سے حاصل ہوئی) زمین اس شرط پر دے رکھی کہ تم اس میں محنت کرو گے اور اس کی آمدنی سے تمہیں خاص حصہ دیا جائے گا[3]۔

اگرچہ حضرت امام ابو حنیفہ اس کو "خراج مقاسمہ" کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن خراج کی نسبت مزارعت کا مسئلہ اس میں نمایاں ہے کیونکہ خیبر کی فتح سے تمام زمین کفار کی ملکیت سے نکل کر مسلمانوں کی ملکیت میں آگئی۔ جو بیت المال کا حق ہے۔ پھر ان کو زمین اس حیثیت سے نہیں دی گئی کہ یہ ان کے مالک تھے بلکہ اس میں محنت کر کے ان کو خاص حصہ دیا جائے گا اور باقی بیت المال کا حق ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ "رسول کریم ﷺ نے خیبر والوں سے اس شرط پر معاہدہ کیا کہ ان کو زمین کی آمدنی یا پیداوار سے حصہ دیا جائے گا[4]" مقصود میں زیادہ اعتماد حقائق پر کیا جاتا ہے اس لیے اس میں مزارعت کی حقیقت کی موجودگی کی وجہ سے اس سے خارج کرنا مناسب نہیں۔

۱۔ "الام" ج ۳/ ۲

۲۔ ہدایہ ۴۔ ۳۴۱

۳۔ بخاری ۲۔ ۳۰

۴۔ ایضاً ۱/ ۳۲۳

مزارعت کی شرائط

صاحبین مزدور کی محنت کو تحفظ کی ضمانت دلانے اور باہمی منازعات سے بچنے کے لئے چند شرائط کا تعین کرتے ہیں جن کا وجود مزارعت کے لیے لازمی ہے ورنہ ان کے بغیر مزارعت فاسد رہے گی۔ شرائط حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عاقدین (مالک اور زمیندار) میں ایسے عقود اور معاہدہ کرنے کی اہلیت ہو

2۔ زمین قابل زراعت ہو تاکہ زمیندار کی محنت ضائع نہ ہو

3۔ معاہدہ کے لیئے ایسے وقت کا تعین ضروری ہے جس میں زمین سے استفادہ ممکن ہو

4۔ تخم کی ذمہ داری کا تعین ضروری ہے کہ یہ کس کے ذمہ ہوگی

5۔ طرفین کے درمیان معاہدہ کرتے وقت اس کی تصریح ضروری ہے کہ زمین میں کس چیز کی زراعت ہوگی کیونکہ فصل کے اختلاف کی وجہ سے خود زمین پر اچھے برے اثرات مرتب ہونے کے علاوہ آمدنی پر بھی اثر پڑتا ہے تاہم زمیندار کی مرضی پر چھوڑنا بھی جائز ہے۔

6۔ اس کا فیصلہ بھی لازمی ہے کہ جس کے ذمے تخم نہ ہو اس کو آمدنی میں کتنا حصہ دیا جائے گا۔

7۔ مزارعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ مالک اپنی زمین مستقل طور پر کسان کے حوالہ کرے تاکہ وہ مرضی سے اس میں مزارعت کر سکے۔ مالک کا کوئی ایسا اقدام جو کسان کی محنت پر اثر انداز ہو۔ مفسد مزارعت ہے۔

8۔ مزارعت کی آمدنی میں مالک اور کسان کی شرکت کے تحفظ کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے حصص مشاع ہوں تاکہ کسی ایک کے لئے مخصوص حصے کا تعین شرکت کے لئے قاطع ثابت نہ ہو[۱]

عقد مزارعت اور مساقات مالک اور کسان کے درمیان باہمی اعتماد کا مظہر ہے اس لئے کسی ایک کی موت سے غیر اختیاری طور پر پایہ تکمیل تک پہنچے گا[۲] تاہم ورثا کا ایک

۱۔ قاضی محمد فراموز ملا خسرو۔ "الدرر و الغرر" مطبع احمد کامل دارالسعادۃ۔ (۱۳۲) ۲/۳۱۷

۲۔ ہدایہ ۳/۳۶۶

سبب ہے۔ اشتراک کی صورت میں اس کو باقی رکھا جاتا ہے۔ جبکہ کسی تجدید معاہدہ کی ضرورت نہیں۔ ورنہ اشتراک نہ ہونے کی صورت میں سابقہ معاہدہ کا تحفظ صرف موجودہ فعل کے قابل استفادہ ہونے تک کیا جائے گا۔ جس کی ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے سابقہ معاہدہ منسوخ سمجھا جائے گا۔

ہبہ

کسی کو قابل تملیک چیز بلا عوض دینا شرکت کا اختیاری سبب ہے۔ ہبہ باہمی محبت ایثار و ہمدردی اور تعلقات بڑھنے کا اہم ذریعہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھادوا تحابوا[1] ترجمہ:۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو۔ اور باہمی محبت بڑھاؤ۔

ہبہ چونکہ بغیر کسی عوض ولالچ کے محض تبرع اور احسان کی وجہ سے غیر لازم عقد ہے اس لئے کسی موہوبہ چیز پر ملکیت ثابت ہونے کے لئے قبضہ ضروری ہے۔ ورنہ صرف الفاظ سے اس کی حیثیت وعدہ تک محدود رہے گی۔ جو چیز بھی قبضہ کے لئے مانع ہو۔ اس کی موجودگی میں ہبہ تام نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایک شخص اگر کسی جماعت کو مشترکہ طور کوئی جائیداد ہبہ کرے۔ اور ہر ایک حصہ کے تعین و تقسیم کے بغیر اس کو چھوڑ دے۔ تو حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہبہ مفید ملک نہیں۔ کیونکہ اس میں شیوع کی وجہ سے قبض نہیں آیا۔ جو ہبہ کے لئے ضروری امر ہے۔ لہٰذا قابل تقسیم ہونے کی صورت میں اسکی تقسیم ضروری ہے ورنہ ہبہ کالعدم رہے گا[2] اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے میں ہبہ شرکت کے لئے سبب نہیں بن سکتا البتہ امام شافعی کے نزدیک ہبہ مشاع جائز ہے۔ اس لئے کسی جماعت کو مشترکہ طور پر کسی چیز ہبہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ خواہ یہ قابل تقسیم ہو۔ یا نہ ہو[3] تاہم مشترکہ طور پر قبضہ ضروری ہے۔ اگرچہ انفراد قبضہ نہ ہو۔ اور حضرت امام بخاری کا میلان بھی جواز کی طرف ہے۔ اس لئے آپ نے اپنی کتاب میں "باب هبة الواحد للجماعة" کے عنوان سے باب قائم کر کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے[4]

۱۔ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی "نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایۃ" ج ۔ ۴ ۔ /۱۲۰

۲۔ محمد علاؤالدین الحصکفی" الدر المختار علی حاشیہ ردالمختار ' مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ' ۱۳۹۹ ' ج ۴ ص ۵

۳۔ "الام" ۴ ۔ /۶۳   ۴۔ بخاری شریف ۔ /۳۰۴

Scanned with CamScanner

ھبہ کا حکم

باقاعدہ قبض کے بعد واہب کی ملکیت کی زائل ہو کر اس پر موہوب کی ملکیت قائم ہو
جاتی ہے لہٰذا حضرت امام شافعی کے نزدیک موہوب کی رکنیت مستقل ہے۔ یہاں تک کہ
کسی ضرورت یا کبیدہ خاطری کے نتیجہ میں واہب کو رجوع کا حق حاصل نہیں۔ البتہ
حضرات احناف کے نزدیک ایک متبرعانہ اقدام ہونے کی وجہ سے واہب جس وقت
چاہے۔ رجوع کر سکتا ہے۔ تاہم موہوبہ واپس لینے کے لئے اس کی رجوع کے سا
موہوب کی رضامندی ضروری ہے۔ ورنہ واہب کے لئے یہ ضروری ہو گا۔ کہ وہ رجوع
کے اقدام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کسی عدالت کا مراجعہ کرے۔
احناف کے نزدیک واہب کو رجوع کے حق دینے کے ساتھ اس کی رعایت ضروری ہے
کہ موہوب کو بے جا پریشانی کا سامنا نہ ہو۔ اور نہ کہیں ایسے تعلقات متاثر ہوں۔
سے وابستگی موہوب لہ کی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہو۔ چنانچہ حضرات احناف کے نزدیک
صورتوں میں واہب کے لئے رجوع کا حق باقی نہیں رہتا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ھبہ میں موہوب لہ نے واپسی میں بطور عوض کوئی چیز نہیں دی ہو۔ کیونکہ
"بشرط العوض" اگرچہ ابتداء ایک تبرع اور احسان ہوتا ہے۔ لیکن انتہاء" اس میں
حقیقت پائی جاتی ہے۔ اس لئے عوض سے یہ حق باقی نہیں رہتا۔

۲۔ موہوب لہ سے ملکیت آنے کے بعد مالکانہ حق پر اعتماد کر کے موہوبہ میں کوئی
تصرف نہیں کیا ہو۔ جس سے موہوبہ میں زیادتی رونما ہو اور ابھی اس کا امتیاز
ہو۔ ورنہ موہوب لہ کو تکلیف کے سامنے کی وجہ سے یہ حق باقی نہیں رہتا۔

۳۔ چونکہ یہ تبرع اور احسان واہب اور موہوب لہ کا باہمی معاملہ ہے۔ اس لئے
ایک کی موت سے ورثاء کے لئے رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔

۴۔ اگر صلہ رحمی کی بقاء کے لئے ھبہ ہوا ہو۔ یا میاں بیوی نے آپس میں
دوسرے کو کوئی چیز بطور ھبہ دی ہو۔ تو ایسی حالت میں واہب کے لئے رجوع جائز

۱۔ فتح القدیر۔۔۔ ج ۷ / ۳۸۰

۲۔ ہدایہ ۳۔ / ۲۳۰، ۲۳۱

حضرات احناف کے نزدیک ان خاص صورتوں کے علاوہ اگرچہ واہب کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ لیکن ایسے حق سے استفادہ کرنا مروت کے خلاف ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ اس کی قباحت اور کراھیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "جو شخص کوئی چیز دیدے۔ اور پھر اسمیں رجوع کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ کتا پیٹ بھرنے کے بعد قئی کرے۔ اور پھر اس کو دوبارہ کھائے [1]"

تصدق

کسی چیز کو راہ خدا میں دینا بھی شرکت اختیاری کا سبب ہے۔ اس پر ان لوگوں کا مشترکہ حق ثابت ہوتا ہے۔ جن پر خیرات کی جائے۔ "ہبہ" کی طرح یہاں بھی ملکیت کے اثبات کے لئے قبض ضروری امر ہے۔ البتہ صدقہ میں دینے والے کے لئے رجوع کا حق حاصل نہیں کیونکہ تصدق میں منظور نظر اللہ تعالٰی کی خوشنودی ہوتی ہے۔ اور اس میں ثواب کمانا ہے اس لئے ایک دفعہ راہ اللہ تعالٰی میں چیز دینے سے یہ مقصد حاصل ہو کر اس کو دوبارہ تھوڑنا اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ "صدقات واجبہ" کا مصرف مسلمان فقراء ہیں۔ اس لئے مالدار یا غیر مسلم کو ان کا دینا جائز نہیں۔ ایسا ہی اصول و فروع یا میاں بیوی آپسمیں ایک دوسرے کو صدقات واجبہ نہیں دے سکتے۔

البتہ صدقات نفلیہ کے انفاق کا دائرہ وسیع ہے۔ کیونکہ اسمیں مخلوق خدا سے اظہار ہمدردی کا جذبہ پنہاں ہے۔ اس لئے اس میں مذہب عقیدہ یا اجنبیت و قرابت اور فقرو غنا کا دخل نہیں۔ بلکہ تمام مخلوق خدا عبدیت کے ناطے سے ہمدردی اور احسان کے محتاج ہیں۔

جہاد

اللہ تعالٰی کے مقدس دین کی سربلندی کے لئے تعصب اور تشدد پسند عناصر سے (جو دشمنان اسلام ہوتے ہیں) جہاد کرنا اسلام کا ناقابل ترمیم حکم ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

۱۔ ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، جامع ترمذی، قرآن محل کراچی، ج ۲/۴۴

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ ۱

ترجمہ:- اور لڑتے رہو- ان سے یہاں تک کہ نہ رہے- فساد اور ہو جائے حکم سب
تعالیٰ کا

اور رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں-
دجال کے قتل کرنے تک جہاد جاری رہے گا- ۲

جہاد کے دوران دشمنوں کے املاک پر جب مجاہدین اسلام قبضہ کرلیں اس کو "غنیمت"
کہا جاتا ہے- مصالحت کی صورت میں مسلمانوں کو جو چیز ملے اس کے لئے "فئی"
مستعمل ہے- "نفل" (جسکی جمع انفال ہے) بھی دشمنوں سے چھینے ہوئے یا دیئے
مال کے لئے استعمال ہوتا ہے- جہاد چونکہ مسلمانوں کے اجتماعی فیصلہ کا مظہر ہے
لئے جہاد سے کمایا ہوا مال بھی مشترکہ سرمایہ ہے-

جنگ بدر کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی دولت کا مالک بنایا-
اسلام میں یہ اولین موقع تھا- اس لئے ایسے مال کے بارے میں رہنمائی کی ضر
محسوس ہوئی- اللہ تعالیٰ نے سورۃ "انفال" نازل فرما کر اس میں اس کا حکم بیان

کہ مال غنیمت میں ۴/۵ میں مجاہدین اسلام اور غازیان دین کا مشترکہ حصہ ہے- جو
میں تقسیم ہوگا- اور بقیہ ۱/۵ میں مجاہدین ملکیت کا کوئی حق دعویٰ نہیں رکھتے- یہ رسول
کریم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے رشتہ دار، یتیم اور فقراء کے
ہے- ۴/۵ میں غازیوں اور ۱/۵ میں ان اصناف اربعہ کی شرکت کے ثبوت کے
بنیادی سبب جہاد ہے- کیونکہ جہاد ہی کی برکت سے یہ آمدنی ہوئی-

قاضی ابو یوسف "ہارون الرشید کے ایک مراسلے کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں
دشمنوں سے جو چیز ملے- اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق ۴/۵ مجاہدین اور ۱/۵ دو
مخصوص مصارف کو دیا جائے

"جہاد" سے مال غنیمت میں مجاہدین کی ملکیت نہیں آتی- بلکہ حق ملکیت سامنے

۱- الانفال - ۳۹

۲- ابوداؤد - ج ۱/ ۳۴۳

ہے۔ جس کے بل بوتے مجاہدین ۵/۴ میں تقسیم کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تقسیم سے قبل مال غنیمت میں مجاہدین کے لئے کوئی تصرف کرنا خیانت کے مترادف ہے۔

رسول کریم ﷺ جنگ بدر میں اموال غنیمت سے استفادہ پر اس وقت تک پابندی لگوائی۔ جبتک باقاعدہ تقسیم نہ ہو۔ (۱)

وصیت

بغیر کسی رشتہ اپنے مال کا کسی کو اپنی موت کے بعد مالکانہ حقوق دینا وصیت کہا جاتا ہے۔ ابتداء اسلام میں جائیداد متروکہ کی تقسیم میت کی وصیت کے مطابق کی جاتی تھی۔ لیکن میراث کے باقاعدہ احکام نازل ہونے کے بعد مالک سے یہ حق واپس لیا گیا۔ اس کو اپنی جائیداد میں خاص شرائط کی رعایت کے بعد صرف ۱/۳ حصہ میں تصرفات اختیار دیا گیا۔ بقیہ ۲/۳ حصہ میں اس کو تصرف کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ جملہ ورثاء میں باقاعدہ شریعت کے مطابق تقسیم ہوگی۔

اگر میت نے کہیں اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کرکے ۱/۳ سے زیادہ حصہ کی وصیت کی۔ تو یہ پسماندہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو تمام مال کی وصیت سے منع فرماکر صرف ثلث مال (۱/۳) میں تصرف کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی

ثلث مال کی وصیت جیسا کہ ایک شخص کے لئے انفرادا" جائز ہے۔ متعدد اشخاص کے لئے وصیت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ میت کے الفاظ سیاق و سباق اور حالات و واقعات کی روشنی میں وہ لوگ وصیت کے حقدار ہوں گے۔ جن کے لئے وصیت کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص کے لئے اگر ثلث کی وصیت کی گئی۔ لیکن وصیت کنندہ نے اس کے بعد دوسرے شخص کے لئے بھی وصیت کی۔ تو دونوں کو ۱/۳ حصہ میں شریک کیا جائے گا تاہم اگر ورثاء چشم پوشی کرکے دونوں کے لئے ۱/۳، ۱/۳ حصہ کی

۱۔ المبسوط للسرخسی ۴/۲۱

الگ الگ اجازت دے تو بلاشک دونوں کو ۲/۳ حصہ دیا جائے گا۔ ثلث کی و
اگرچہ حق لازمہ ہے۔ لیکن اس کا ثبوت میت کے اختیاری فعل (وصیت کرنے) ا
موصی لہ کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔ اس لئے اسباب اختیاریہ کے زمرہ میں
گیا۔ وصیت جیسا کہ ورثاء سے موصی لہ کی شرکت کا سبب ہے۔ ایسا ہی متعد
کے لئے کی ہوئی وصیت کی صورت میں ان کے آپس میں شرکت کے لئے سب
ہے۔

وصیت کے بعض احکام

میت کے ذمہ کسی واجب الاداء قرض کا تمام جائیداد پر محیط ہونا مبطل وصیت
کیونکہ وصیت ایک تبرع اور احسان ہے۔ اس سے واجب الاداء حقوق کی ادائیگ
ہے۔ ایسا ہی موصی لہ کا کہیں اپنے محسن مورث کی زندگی کے چراغ گل ہونے
سبب واقع ہونا موجب حرمان وصیت ہے حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

"لا وصیة للقاتل" [1]

علاوہ ازیں کسی وارث کے لئے وصیت کرنا بلا ضرورت اس سے ترجیحی سلوک
مترادف ہو کر دوسرے ارباب حقوق کی محرومی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے وارث ک
وصیت جائز نہیں۔ رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارش
الا لا وصیة لوارث" تاہم اس میں بنیادی فلسفہ دوسرے ورثاء کے حقوق
ہے۔ اس لئے اگر ورثاء خود کسی ایک وارث کی لئے کی ہوئی وصیت پر راضی ہ
ان پر ازروئے شرع کوی پابندی نہیں۔ جیسا کہ ثلث (۱/۳) سے زائد حصہ ک
پسماندہ ورثاء کی اجازت کا محتاج ہے۔

۱۔ علی بن عمر الدار قطنی، سنن دار القطنی، نشر الکتب الاسلامی لاہور۔ ۴۔/۲۳۷

۱۔ جامع الترمذی ج ۲۔/۴۲

مصالحت

کسی حق کے عوض مدعی علیہ کی طرف سے کسی پیشکش کو قبول کرنا شرکت اختیار کا سبب ہے۔ جس چیز پر مصالحت کی جائے۔ اگر وہ مشاع ہو۔ تو اس سے مدعی کے لئے شرکت آتی ہے۔ اور اگر دعوی کرنے والے متعدد ہوں۔ تو اس سے جملہ مدعیان کے درمیان بھی شرکت آسکتی ہے۔

مصالحت کی قسمیں

فقہاء کرامؒ نے مصالحت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۔ صلح عن اقرار۔ جب مدعی علیہ اپنے مدعی کا دعوی درست تسلیم کر کے اس سے صلح کرے۔ اس کو "صلح عن اقرار" کہا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کے اندر بیع کی حقیقت پائی جاتی ہے اس لئے اس پر بیع کے احکام جاری ہوں گے۔ اس لئے اس میں شفیع کے لئے شفع کا حق حاصل ہوگا۔ خیاط شرط، عیب اور حیار رویئت اور دیگر جملہ خیالات کا اس میں گنجائش ہے۔ اگر کہیں مصالحت منافع پر ہو۔ تو اس پر اجارہ کے احکام جاری ہوں گے اس قسم کی مصالحت تمام فقہاء کرام کے نزدیک جائز ہے[۱]

۲۔ صلح عن سکوت۔ کبھی مدعی محض شک اور اس احتمال کی وجہ سے مصالحت کرتا ہے ممکن ہے۔ اس کا حق ہو۔ مدعی کے دعوی کے انکار سے احتراز کر کے سکوت کر کے صلح کرے۔ اس کو "صلح عن سکوت" کہا جاتا ہے۔

۳۔ صلح عن انکار۔ کبھی مدعی کے بے بنیاد دعوی کے باوجود محض مقدمہ بازی کی شر سے بچنے کی لئے انکار کے باوجود مصالحت کی جاتی ہے۔ اس کو فقہاء "صلح عن انکار" کے عنوان سے یاد کرتے ہیں۔ شوافع کے نزدیک موخرالذکر دونوں قسمیں ناجائز ہیں۔ جبکہ احناف "والصلح خیر" (یعنی مصالحت سب سے بہتر ہے) کے عموم کو مد نظر رکھتے ہوئی تینوں اقسام کے جواز کے قائل ہے

۱۔ ہدایہ۔ ۳۔ /۲۰۳

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

"کل صلح جائز فیما بین المسلمین الا صلحا احل حراما او حرم حلالا"[1] موخرالذکر دونوں قسمیں مدعی علیہ کے حق میں قسم کھانے سے بچنے کی ایک تدبیر ہے۔ لیکن خود مدعی کے حق میں بیع کے مترادف ہے کیونکہ اس کے دعوی کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس کو حق کے عوض مصالحت کی صورت میں کوئی چیز ملتی ہے۔ اس لئے مصالح علیہ اگر جائیداد غیر منقولہ ہو۔ تو شفع کا حق استعمال کرکے شفع کرسکتا ہے۔ البتہ مصالح عنہ جب جائیداد ہو۔ تو اس میں شفع نہیں[2]

جنایت

مالی دعوی سے مصالحت کی وجہ سے جو مال حاصل ہو جیسا کہ اسمیں شرکت ... ایسا ہی انسان کی جان سے کھیلنے پر جو جنایت واقع ہو اس سے مصالحت کرنے ... شرکت آتی ہے۔ اس لئے مقتول کے ورثاء بلاجبر و اکراہ اپنی رضا سے جب ... قصاص کے بدلے کسی مال پر مصلحت کریں۔ تو ان کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے۔ ... فرماتے ہیں۔

فمن عفی لہ من اخیہ شیئی فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان۔[3]

ترجمہ:۔ پھر جس کو معاف کیا جائے۔ اس کے بھائی کی طرف کچھ بھی تو تابعداری کرنا چاہیے موافق دستور کے۔ اور ادا کرنا چاہیے۔ اس کو خوبی کے ساتھ۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت مصالحت کے حکم میں اتری ہے۔[4]

۱۔ محمد بن یزید الرابعی القشیر بابن ماجہ "سنن ابن ماجہ" قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷۰

۲۔ ہدایہ ۳ / ۲۰۳

۳۔ البقرہ، /۱۷۸

۴۔ ہدایہ ۳ ۔ / ۲۰۴

شخص کو قصداً" عمداً" کسی ایسے آلہ سے قتل کیا جائے جو قتل کے لئے بنایا گیا ہو۔ تو ایسی صورت میں معصوم الدم" ہونے کی وجہ سے قصاص لیا جائے گا۔ اس لئے ورثاء یا بعض قاتل سے قصاص کے عوض مصالحت کریں۔ تو قصاص ساقط ہو کر مصالح بہ میں تمام ورثاء شریک رہیں گے۔ لیکن اگر قاتل کے قتل کا موجب کہیں قصاص نہ ہو بلکہ دیت ہو۔ تو پھر عاقلہ سے تین سالوں میں دس ہزار درہم مالیت کی مقدار سے نقد رقم وصول کی جائے گی۔ بسا اوقات یہ دیت اونٹوں کی شکل میں وصول کی جاتی ہے۔ دیت یا مصالحت میں لی ہوئی رقم جملہ ورثاء کے درمیان ان کے حصص کے مطابق شریک رہے گی۔ یہاں تک کہ احناف کے نزدیک خاوند کی دیت میں بیوہ کو بھی میراث کی طرح ۱/۴ یا ۱/۸ حصہ دیا جائے گا۔[۱]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ جس کے بھائیوں کو خون (دیت) سے محروم کردیا۔ اس نے بے شک ظلم کیا ایک دوسری روایت کی رو سے حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ "دیت ان تمام حصہ داروں میں تقسیم ہوگی۔ جن کو میراث میں حصہ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ورثاء کی طرح موصی لہ بھی دیت میں شریک رہے گا۔[۲]

یہ تمام وہ اسباب تھے۔ جن کی وہ سے کسی مال میں اختیاری طور پر شرکت آسکتی ہے۔ اس سے ہر شریک کو استحقاق ملکیت حاصل ہوتا ہے۔ تاہم استفادہ کے لئے ضروری ہے۔ کہ تقسیم ہو کر ہر ایک کا حصہ الگ ہو۔ ورنہ مشترکہ طور پر استفادہ میں کمی یا زیادتی کا احتمال ہے۔ ایسی حالت میں ہر شریک اس کا پابند رہی گا۔ کہ وہ تقسیم سے قبل استعمال سے پرہیز کرے۔ البتہ حق ملکیت کی وجہ سے خرید و فروخت جائز ہے۔

۱۔ ابن عابد بن محمد امین۔ "عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ" ولاق مصر = ۱۳۰۰ھ ج ۲/ ۵۳

۲۔ جلال الدین الخوارزمی ' الکفایہ علی الحدایہ ھامش فتح القدیر ' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ج ۹/ ۱۷۶

اردو کا آغاز اور تاریخی پس منظر

پروفیسر محمد صغیر آسی

زبان اردو کے آغاز کے بارے میں ابھی تک کوئی حتمی بات سامنے نہیں آئی ہے اور صرف اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو کہ اپنی ہمہ گیری اور عالم گیری کے باعث اپنی بنائے علم ہے اس میں قصور زبان کا نہیں انسان کا ہے ہر محقق نے مفروضات کی بنیاد پر نظریہ قائم کیا اور ایسے ثابت کرنے کی کوشش کا نتیجہ" آغاز اردو کا تعین ناممکن اور لا حل ہو گیا۔ آغاز اردو کے بارے میں سب سے اہم بلکہ حقیقی نظریہ اردو کے آریائی الاصل ہونے کا ہے جس کے مطابق اردو کا تعلق آریا زبان سے ہے اس کی پراکرات اپ بھرنش سے اردو وجود میں آئی اس سے قبل کہ ہم تفصیلاً اردو کے اس نظریہ پر بحث کریں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم آغاز اردو کے بارے میں کا سرسری ذکر کریں تاکہ کھوٹے اور کھرے کا فرق واضح ہو جائے۔

اردو ہندو ہی ہے۔ اس نظریے کی پرزور وکالت رام بابو سیکنہ نے کی ہے۔ اپنی کتاب "تاریخ ادب" اردو میں فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ زبان اردو اس ہندی اس ہندی یا بھاشا کی ایک شاخ ہے جو صدیوں دہلی اور میرٹھ کی اطراف میں بولی جاتی تھی جس کا تعلق شور سینی پراکرات سے بلاواسطہ تھا یہ بھاشا جس کو مغربی ہندی کہا جاتا ہے۔ زبان اردو کی اصل اور ماں سمجھی جا سکتی ہے۔

۲۔ اردو لشکری زبان ہے میرامن اس نظریہ کے خالق تھے۔ مغربی محققین گار ساد تاسی جان بیمز ہر چارلس مائل گریرسن بھی اسی نظریہ کے حامی تھے۔ چنانچہ سر چارلس لائل فرماتے ہیں اردو شمالی ہندوستان کی وہ بولی ہے۔ جس نے عہد اکبری کے اردو بازار میں مختلف زبانوں کی آمیزش سے جنم لیا دراصل یہ لشکر کی زبان تھی۔ اسی نظریہ سے ملتا جلتا نظریہ یہ بھی ہے کہ اردو کا آغاز شاہ جہاں کے دور میں دلی کے نزدیک اس کے آباد کردہ شہر شاہ جہاں سے ہوا۔

۳۔ اردو پنجابی الاصل ہے۔ حافظ محمود شیرانی اس نظریہ کے موجد ہیں ان کے مطابق اردو پنجابی کی تبدیل شدہ اور ترقی یافتہ صورت ہے۔ جس کے ثبوت میں وہ کہتے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

محمود غزنوی کے حملہ ہندوستان سے پنجاب سے رابطہ شروع ہوتا ہے۔ اس رابطہ کے نتیجے میں پنجابی اور فارسی کی باہم آمیزہوتی گئی۔ جس بولی نے بالآخر ایسی صورت اختیار کی جو اردو زبان کہلائی۔

۴۔ اردو دکھنی ہے اس نظریے کے خالق نصیر الدین ہاشمی ہیں ان کے مطابق اردو جنوبی ہند میں پیدا ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا رابطہ اہل ہند سے فتح سندھ سے قبل بلکہ آنحضرتؐ کی نبوت سے بھی پہلے ہو چکا تھا۔ اس رابطہ کے باعث عربی اور مقامی لوگوں کی ضرابط کی بولی کی ضرورت کے پیش نظر مقامی بولی اور عربی زبان کے اختلاط سے جو زبان وجود میں آئی وہ ہماری اردو ہے۔ اور وہاں سے یہ زبان دکن میں آئی جہاں اس کی نشوونما ہوئی۔

۵۔ اردو سندھ سے پیدا ہوئی۔ سید سلیمان ندوی نے یہ نظریہ پیش کیا اور ان کے مطابق عربی اور سندھ کی مقامی بولی کے اتصال کے باعث اردو پیدا ہوئی۔

۶۔ اردو قدیم ویدک بولی۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اپنی کتاب اردو زبان ارتقا میں یہ نشوونما نظریہ پیش کرتے ہیں کہ اردو قدیم یعنی ویدک بولیوں میں سے ایک بولی ہے۔ جو ترقی کرتے کرتے یا رولتے بدلتے آس پڑوس کی بولیوں سے کچھ لیتے دیتے اس حالت کو پہنچی جس میں آج ہم اسے دیکھتے ہیں۔

۷۔ اردو قدیم ترین زبان ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق اردو ویدوں سے بھی قبل کی زبان ہے اور لوگ وید جو ہندوستان کی قدیم ترین کتاب ہے اس میں اردو الفاظ کی موجودگی یہ ثابت کر رہی ہے کہ ہماری زبان اردو ویدک کال سے بھی پہلے اس علاقے میں بھاشا کے طور پر کام کر رہی ہے۔

اردو زبان کی ابتداء کے بارے میں ان تمام نظریات کو جب ہم تاریخ کے پس منظر میں دیکھتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اردو زبان نہ تو اتنی نئی ہے کہ جیسے اسے مختلف علاقائی رجحانات کی بنیاد پر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور نہ اتنی پرانی کے ویدوں سے بھی قبل کی زبان ہے۔ ابتدائی تاریخ جو ہے تحریر میں ہے بلکہ آثار سے ہے آثار سے اخذ تاریخ غلط بھی ہو سکتی ہے مگر زیادہ تر کوشش کی گئی اور تاریخ شواہد سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اردو آریائی زبان کی پراکرت اب بھرنش

Scanned with CamScanner

ہی ہے۔ آریہ قوم تقریباً" ۱۵۰۰ قبل مسیح میں آئی اور یہاں پر آباد دراویڈی قوم
حاصل کر لیا آریا قوم بنیادی طور پر ہل چلانے سے ناواقف تھے۔ ہر چیز اس بات
دلالت کرتی ہے کہ واقعی کوئی ایسی قوم ان سے پہلے ہندوستان میں آباد تھی۔ جس
آریہ قوم نے بہت کچھ سیکھا اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ
دراویڈی قوم ہی تھی۔ اگرچہ آریاؤں نے ان پر غلبہ پا لیا۔ مگر اس کے باوجود ان
بہت کچھ سیکھا۔ اس قوم کی اپنی ایک دراویڈی زبان تھی۔ جو آج بھی بعض علاقوں
مروج ہے۔

آریا ہندوستان میں ۱۰۰۰ سال کے وقفے سے دو مرتبہ آئے بعد میں آنے و
نے پہلے آنے والوں کو گھیر لیا۔ آریا ہندوستان آئے اور ان کی ایک اہم خصوصیت
تھی کہ وہ دو دریاؤں کے درمیان جو زمین ہوتی ہے۔ وہاں رہنا پسند کرتے تھے۔ ا
آریا زبان کا اثر **اشتقباقیات** ہے۔ ہندوستان میں پہلے ہی مختلف علاقوں میں
بولیاں تھیں آریا جب تک ایک خاص علاقے میں محدود رہے۔ ان کی زبان ا
موجود رہی۔ لیکن جیسے جیسے وہ پھیلتے گئے زبان میں فرق پڑتا گیا۔ کچھ آب و ہوا
سے کچھ دوسری زبانوں کے میل جول سے تلفظ اور الفاظ میں رد و بدل ہوتا گیا
تک کہ ان کی زبان کی مرکزی حیثیت بہت کم رہ گئی۔ چنانچہ ۶۰۰ قبل مسیح
کوشش کی گئی کہ زبان کو منظم کر کے ایک حیثیت دی جائے۔ اس تحریک کو کا
بنانے کے لئے مقامی تعصّبات سے الگ ہو کر لوگ ایک خاص ٹکسالی زبان ا
کرنے لگے۔ جس میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا گیا جو سب جگہ رائج ہوں۔
پاک صاف ہو کر سنسکرت کہلائی۔

آریہ بنیادی طور پر تقسیمی **تجسیمی** اور تمثیلی انداز میں چیزوں کو سمجھ
مثلاً" دیوتاؤں میں یا کسی بھی تمثیل میں ان کے ہاں یہ تصور ہے کہ جو برہم
سے پیدا ہوا وہ برہمن ہے اور جو سینے سے پیدا ہوا اسے کھشتری کہا گیا۔ جو
پیدا ہوا وہ ویش اور جو پاؤں سے پیدا ہوا وہ شودر کہلایا۔ چنانچہ اسی لحاظ سے
پیشے تقسیم کئے گئے سر کا تعلق دماغ سے تھا اس لئے حکومت کے شعبے برہمنوں
تھے۔ سینے کا تعلق بہادری سے تھا۔ اس لئے فوج کا شعبہ کھشتری کے حوالے

Scanned with CamScanner

پیٹ کا تعلق بھوک سے تھا۔ اس لئے ویش کے ذمہ ہل چلانا تھا۔ پاؤں کا تعلق پستی اور کمتری سے تھا۔ لہٰذا تمام نچلے درجے کے کام شودر کے سپرد کئے گئے۔ سنکرت کو بڑا عروج ہوا۔ مگر ترقی کے ساتھ ساتھ اس میں ادبیت اتنی زیادہ آگئی کہ وہ عوام سے الگ ہو کر خاص طبقہ کی چیز ہو کر رہ گئی۔ اس کے علاوہ اس کے نچلے طبقے کے لئے شجر ممنوعہ قرار دے دیا گیا۔ اس سلسلے میں اتنی سختی برتی گئی کہ اگر کسی شودر کے کان میں اشوک یعنی بول پڑ جاتا تو اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے بہرہ ہو جائے۔ ہندوستان میں شروع ہی سے ایک مخلوط زبان رائج تھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ مختلف خطوں میں مقامی زبانیں رائج تھیں۔ اور وہ برابر چلتی رہیں۔ ان زبانوں کو پراکرت کہتے ہیں۔ پراکرت سنسکرت سے نکلی اور پراکرات سے کئی پراکتیں نکلیں اور مختلف جغرافیائی حیثیت میں پروان چڑھیں ان کا تعلق آریہ زبان سے ہے اور اردو بھی ان ہی پراکرتوں سے ایک پراکرت اپ بھرنش سے نکلی اردو کو پہلے اردو معلی کہا جاتا تھا مگر بعد میں صرف اردو کہلانے لگی۔ اسی طرح پراکرتیں بھی بعد میں مختصر ناموں سے مشہور ہوئیں۔ سنسکرت کی طرح بعض پراکرتیں بھی کبھی کبھی اتنی ادبی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں کہ عوام ان کے استعمال سے گریز کرتے تھے اور پھر اپنی ملی جلی زبان سے ایک نئی زبان تیار کر لیتے تھے۔ جس میں وہ اپنا مفہوم آسانی سے ادا کر سکیں۔ اسی طرح ایک زبان اپ بھرنش کا وجود ہوا۔ اپ بھرنش کے لغوی معنی گری پڑی زبان کے ہیں۔ یہ زبان عوام کی رہنمائی میں بڑھتی رہی۔ بالآ کر اس میں وسعت پیدا ہوئی۔ جس کے باعث اہل علم بھی اس کی طرف راغب ہوئے۔ ہندوستان کی دوسری زبانیں بھی اس سے متاثر ہوئیں۔ خاص طور پر گجرات راجپوتانہ اور دوآبہ کی بولیاں اس سے زیادہ متاثر ہوئیں۔

راجپورتوں کے سیاسی اقتدار کی وجہ سے اس کو بھی اتنا فروغ ہوا کہ ۸۰۰ سے لے کر ۱۰۰۰ تک دوآبہ کی شورسینی اپ بھرنش تمام شمالی ہندوستان کی ادبی زبان بن گیا۔ موجودگی اردو باکھڑی بولی اسی اپ بھرنش سے نکلی۔ اس کے وجود میں وہ اپ بھرن کافر فرما ہوئی جو دہلی میرٹھ ارد گرد و نواح میں بولی جاتی تھی۔ ۱۰۰۰۰ کا زمانہ آیا ہے کہ جس کے بعد افغانستان کے راستے برابر مسلمان بادشاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوتے اور ان کا

مرکز زیادہ تر پنجاب رہا۔ اس سے پہلے محمد بن قاسم نے ۷۱۲ میں سندھ پر حملہ کیا اور
سندھ پر قابض ہونے کے بعد اپنی حکومت قائم کرلی۔ بدھ مت کے پیروکاروں نے
مسلمانوں کے ساتھ اس لئے تعاون کیا کہ وہ ذات پات کے قائل نہیں تھے۔ اس
کی ہندی آج کی ہندی سے مختلف تھی۔ چنانچہ جب مسلمان سندھ میں آئے تو ان کے
آنے سے جو تہذیبی اور لسانی ترقی ہوئی اس سے مروجہ زبان نے ترقی کی۔ چنانچہ
میں غیر ہندوستانی زبان جن میں خاص طور پر عربی کے الفاظ آئے اور اس اردو زبان کی
موجودہ شکل سامنے آئی۔

یہ تصور کہ اردو مسلمانوں کے آنے سے اور حملہ آوروں کے آنے سے وجود
میں آئی۔ حقیقت پر مبنی نہیں۔ سندھ میں مسلمانوں کی آمد ۷۱۲ء سے یہاں کے راجہ کا
بیٹا مسلمان ہوگیا یہاں کی بعض کتابیں اور علوم عربوں کو منتقل ہوئے بعض کتابوں کا
عربی اور فارسی میں ترجمہ کیا گیا مثال کے طور پر پنچ منترُ (اس میں جانوروں کے حوالے
سے انسانوں کی فطرت کو بیان کرنے کے لیئے کہانیاں لکھی گئیں)۔ اخوان الصفا ایک
رسالہ لکھا گیا جس میں جانوروں کے حوالے سے ان کی صلاحیتوں کو بیان کیا گیا "بر
پائے" میں وزیر کی عقل مندی کو بیان کیا گیا ہے اور اس کا فارسی ترجمہ انوار سہیلی کے
نام سے کیا گیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ "خرد افروز" کے نام سے حفیظ الدین نے ۱۸۰۳
میں کیا۔ ۱۸۹۷ء میں سبک تگین نے جے پال کو شکست دی اور غزنی کی حدود بڑھ
گئیں۔ محمود غزنوی کا دور ۱۰۰۰ کا دور تھا۔ اور اس نے ہندوستان پر متعدد کامیاب حملے
کئے جس سے مسلمانوں کا اثر بڑھا اس زمانے میں اور اس کے بعد بھی الفاظ میں رد
بدل ہوتا رہا۔ عربی و فارسی الفاظ بڑی تیزی سے بڑھنے لگے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ زبان
میں نت نئے الفاظ کا اضافہ ہوا اور نئی زبان کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ
فارسی اور ترکی کے شاعر ہندوستانی زبان میں شعر کہنے لگے۔ الفاظ مختلف علاقوں اور
مختلف چیزوں کے ساتھ آتے ہیں۔ اس لحاظ سے زیادہ اثر عربی اور فارسی کا رہا ہے۔
اثرات محمود غزنوی کے آنے سے مرتب ہوئے۔ ۲۵ سال کے عرصہ میں اس نے بڑی
ساری فتوحات حاصل کی تھیں۔ بعض ہندو بھی اس کے سپہ سالار رہے۔ ایک بات
اس حوالے سے واضح ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مختلف لوگوں کا ملاپ خواہ وہ آقا

غلام ہی کا کیوں نہ ہو ایک سماجی زندگی گزارنے کی صورت میں ایک دوسرے پر مرتب ہوئے ہیں اور زبان کا استعمال عمل میں آتا ہے۔ اور یوں زبان کی ترقی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ جنوبی ہند کے علاقوں میں عرب آباد تھے۔ اس علاقے میں آج بھی مسلمان آباد ہیں اور ان کی زبان میں عربی کے الفاظ زیادہ ہیں تاریخی شواہد کے مطابق عربی کے الفاظ کی بہتات مسلمانوں خصوصاً" عرب تاجروں سے مسلسل اور قریبی روابط کی وجہ سے ہے۔ زبانوں کے سلسلے میں چھوٹی چھوٹی کڑیاں ہیں جس کا تعلق ماضی سے ہے جنہیں جمع کر کے ہم ماضی میں زبان کی تخلیق اور ارتقا کے عملی کام ربوط جائزہ لے سکتے ہیں ہندوستان میں اردو زبان کے ارتقا کا جائزہ لینے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز آریہ تہذیب کے اوائل سے ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس تحریری مواد کم ہے۔ اس لئے ہمیں زیادہ تر آثار پر ہی انحصار کرنا پڑا اور ان سے صحیح نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے آثار اور اس کے بعد جو تحریری مواد ہم تک پہنچا اس سے ثابت ہوتا ہے اردو زبان آریاؤں کی زبان سنسکرت جس سے بالآخر اردو نکلی ہے

بقیہ صفحہ ۱۱

لیکن ان خطرات کے موجود ہونے کا یہ مطب نہیں کہ قطعی حرام کا ارتکاب کیا جائے۔ بلکہ اس سخت قسم کے قوانین بنائے جاسکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگ جھوٹ اور فراڈ سے بچنے کی کوشش گے۔

اسلامی معاشرہ میں مدارس عربیہ کا کردار

محمد وسیم خان
متعلم درجہ رابعہ جامعہ عثمانیہ

دور نبوی میں مدرسہ صفہ :۔ غزوہ بدر کبری تعالے حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن واقعہ ثابت ہوا اس واقعہ میں علمبرداران حق کو اللہ نے عظیم الشان کامیابی عطا فرمائی ۔ لشکر اسلام اور اس کا جلیل القدر قائدؐ بندگان طاغوت اور جفادید قریش پر بہت بڑی نصرت سے سرفراز ہوئے قریش کے کچھ لوگ میدان جنگ میں مارے گئے ۔ اور بعض کو گرفتار کرکے قید کر لیا گیا۔ آپؐ نے ان قیدیوں کے ساتھ عفو و درگزر کرنے کی نصیحت فرمائی ۔ اور ارشاد ہوا "**استوصو صوابهم خيرا**" ان سے اچھا معاملہ کرو۔ جو جتنا دولتمند ہوتا اسی کے بقدر اس سے فدیہ وصول کیا جاتا اور جن کے پاس دینے کی لئے کچھ نہ ہوتا ان کا فدیہ آپؐ نے یہ تجویز فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے ایک قیدی پر دس مسلمانوں کی تعلیم ضروری قرار دی گئی ۔ چنانچہ اسلام کی تاریخ میں نوشت خواندگی کی پہلی درس گاہ کی داغ بیل ڈالی گئی ۔ اور اسی طرح مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ میں لوگ صرف پنج وقتہ نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ آپکی زبان سے اللہ کے فرمان سننے کے لئے آتے تھے ۔ جو مسلمانوں کے اجتماع کا مرکز نہیں بلکہ احکام شریعت کی تدریس اور قرآن کریم کی تعلیم کا مدرسہ بھی تھا۔ اس مدرسہ کے اساتذہ میں خود جناب رسالت کی ذات گرامی اور آپؐ کے وہ صحابہؓ تھے ۔ جنہوں نے پہلے خود براہ راست نبوت سے اکتساب نور کیا تھا۔ اور مبدء فیاض کے سامنے زانوں تلمذ طے کیا تھا ۔ جو آپؐ کے ارشاد سے لوگوں کو تعلیم و تربیت دینے پر مامور تھے ۔

عباسی دور میں مدارس عربیہ :۔

گذشتہ پانچ صدیوں میں خلفائے بنو عباس کی پر امن تعمیر نے بغداد کو ایک شاعر کا خواب،

بنایا۔ دنیا بھر بہترین باغبانوں نے اس کی مٹی میں جنت کے حسین ترین تصورات زندہ کردیے۔ بیس لاکھ انسانوں کی یہ بستی خوبصورتی، دلفریبی اور رعنائی کے لحاظ سے دنیا کا بہترین شہر تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ علم کا گہوارہ بھی تھا جس میں کئی مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا ان مدارس میں فقہ اور حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ، تاریخ، جغرافیہ، کیمیا، طب، جراحت کے علوم بھی پڑھائی جاتی تھیں۔ ایران، ترکستان، شام اور دور دراز ممالک سے علماء بغداد تشریف لاتے اس وقت بغداد میں سینکڑوں کتب خانے کتابوں سے بھری پڑی تھیں اور ان کتابوں کے پرکھنے کے لئے بہترین نقاد تھے۔ تاریخ طبری نے بغداد کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ تیسری صدی کے آغاز میں جب عباسی سلطنت کی غفلت سے بغداد میں سخت ابتری، فسق و فجور اور بدامنی پھیلی تو دو عالموں خالد الادریوس اور سہیل بن سلامتہ الانصاری نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور قوت اور جمعیت کے ساتھ **"من رای منکم منکرا فلیغیره بیده"** پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ جس کی پاداش میں دونوں گرفتار ہوئے اور قید کر لئے گئے۔

بعد کے زمانے میں دو جلیل القدر عالم حضرت شیخ عبدلقادر جیلانی اور امام ابن جوزی نے اسلامی نظام اخلاق کی حفاظت اور مسلمانوں کی روحانی و دینی اصلاح کے سلسلہ میں دینی خدمات انجام دیئے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی مسجد ہی ان کا مدرسہ تھا۔ (جسکے ایک حصے میں آج بھی شیخ آسود ہیں)

یہ مدرسہ ان کے استاد و شیخ حضرت قاضے ابوسعید فخری نے بنایا تھا۔ انکی وفات کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد ہوا۔ حضرت نے اس مدرسہ کو اپنے افادات کا مرکز بنایا۔ اور یہیں درس و تدریس، تصنیف و افتاء اور وعظ و ارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہاں تک کہ یہ ایک عظیم الشان مدرسہ بن گیا۔ حضرت شیخ اس مدرسہ میں بنفس نفیس درس دیتے تھے۔ روزانہ ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا، اور ایک اخلاقیات کا بذات خود پڑھایا کرتے تھے۔ صبح اور شام کے اوقات تفسیر و حدیث اور نحو وغیرہ کے اسباق ہوتے تھے۔ اور ظہر کے بعد حضرت خود مختلف قرآتوں میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اوقات میں فتاوی کا سلسلہ جاری رہتا۔ آپ کی ان دینی خدمات کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ بغداد مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور علم و فن کا وہ

Scanned with CamScanner

گہوارہ بنا کہ دنیا میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

ہندوستان میں مدارس کی تاسیس و تنظیم

ہندوستان میں اسلام کے نازک ترین دور میں جب مورخ اسلام کے الفاظ میں عجم کے ایک جادوگر کے بادشاہ کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ دین عربی کی ہزار سالہ عمر پوری ہوگئی۔ اب وقت ہے کہ ایک شہنشاہ امی کے ذریعے نبیؐ امی کا دین منسوخ ہو کر دین الٰہی کا ظہور ہو۔ تو مجوسیوں نے آتشکدے گرمائے۔ عیسائیوں نے ناقوس بجائے' برہمنوں نے بت آراستہ کیئے اور جوگ و تصوف نے مل کر کعبہ اور بت خانہ کو ایک چراغ سے روشن کرنے کا اصرار کیا

ہر ایک سمت سے نہ جانے کتنی بجلیاں کوند کوند کر اسلام کے ان کشت زاروں کو نذر آتش کرنا چاہتی تھیں۔ اس فتنہ اکبر کے مقابلے میں جو مسلمان مجاہد بھی میدان میں آیا۔ اس نے سلطنت مغلیہ کا رخ ہی بدل دیا۔ اس انقلات انگیز تجدید نے ہندوستان کی سرزمین پر کئی علمائے ربانی پیدا کیے۔ جنہوں نے اپنی فراست سے اسلامی تعلیمات اور تہذیب و تمدن کے بقاء و تحفظ کے لئے ایسے مدارس عربیہ کا قیام عمل میں لایا جو حکومت کے ہر اقتدار اور احسان سے آزادرہ کر خاص دینی رسم و رواج کے تحت ان نونہالان ملت کی تربیت کی طرف گامزن رہیں۔ دنیا اس بے یار و مددگار اور زار و نزار جماعت پر خندہ زن بھی تھی۔ مگر ان سچائی کے پیکر اور پاکباز جماعت نے بے بدل قربانی اور بینظیر اور بے مثال ایثار اور خلوص کے ساتھ ایک صدی سے بھی کم اس دنیا میں مدارس عربیہ کا وہ نظام قائم کیا جس کی کوئی نظیر اقوام عالم میں نہ تو کوئی پیش کرسکتا ہے اور نہ کوئی تاریخ اس جیسی مثال آسانی لاسکتی ہے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کے بعد مستقل طور پر ہندوستان میں مدارس عربیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جہاد حریت اور انقلاب میں ہمارے نامور علماء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اور ہندوستان کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس تحریک انقلاب میں ناکامی کے بعد مسلمان دو حصوں میں بھٹ گئے۔ ایک تو برطانوی حکومت کا گرویدہ تھا۔ جسے مغربی تہذیب تمدن اور معاشرت کی دعوت دی۔ اس نے اپنا مرکز علی گڑھ بنایا۔ اس کا قائد ا

سرسید احمد خان تھا۔

دوسرا گروپ جس نے ہندوستان میں برطانوی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی اور اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت کا حامی و داعی اور کتاب و سنت کا پیکر بنا۔ اس داعیان نبوت کا مرکز دیوبند تھا۔ اور اس کے رہنما مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا حاجی امداد اللہ صاحب تھے۔ برصغیر میں آدم گری کے اس سب سے بڑے مرکز نے نہ جانے کتنے داعیان نبوت پیدا کیئے۔ جس سے آج بھی علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور ایک دنیا سیراب ہوتی ہے۔

مدارس کی دینی خدمات

خیر القرون کے بعد دشمنان اسلام نے قرآنی تعلیمات ' الٰہی احکامات ' اسلامی عقائد و دینی شعائر اور پیغمبری نشانات و سنن مٹھانے کے لئے دجل و فریب کے مختلف طریقے استعمال کیئے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ جس کے نتیجے میں مسلمان متحدہ امت کے بجائے مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور بعض خواہش پرست حکمرانوں کی پشت پناہی سے اسلامی حکومت کو مسخ اور ملیا میٹ کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔ علمائے ربانی نے ان حالات کو بھانپتے ہوئے اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سروں پر لے کر خدائے وحدہ لا شریک پر اعتماد کرتے ہوئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مسجد اور خانقاہوں کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور ہر دور میں آگے چل کر اہل اسلام کے تعاون سے مدارس کا قیام عمل لایا گیا۔ ان مدارس میں پڑھنے والے نونہالان ملت نے نہ صرف قرآن و حدیث کے ذریعے اپنے ایمان کو بچانے میں کامیاب ہوئے بلکہ پوری انسانیت کو بے دینی کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکالنے کی کوشش کی اور صحیح منزل کی طرف انسانیت کو ساتھ لے کر بڑھنا شروع کیا۔ اس کے اقتدار میں انسانیت کو متوازن ترقی ہوئی اور انسان کی تمام ظاہری و باطنی قوتوں نے ہم آہنگی اور تناسب کے ساتھ نشوونما اور ترقی حاصل کی۔ اور ایسا ماحول قائم کیا۔ جس میں انسان کے لئے بہ سہولت اپنے کمال انسانی تک پہنچنا ممکن ہوا۔

مدارس عربیہ کے قیام سے زندگی کا دھارا اور دنیا کی سمت بدل گئی۔ غلط اخلاقی لٹریچر اور

Scanned with CamScanner

جھوٹ و فسق و فجور کا خاتمہ ہوا۔ انسانیت کو اخلاقی پستی سے اٹھا کر روحانی اور اخلاقی
ترقی کی انتہا بلندیوں پر پہنچا دیا۔ کروڑوں کی تعداد میں صحیح العقیدہ مسلمانوں کو دینی
لاکھوں کی تعداد میں حفاظ اور علمائے ربانی، مدرس، مفتی، عالمی سکالر، جنگی محاذوں پر
کے ساتھ نبرد آزما مجاہد، مبلغ اور شیخ الحدیث پیدا کیے۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد
میں پیران طریقت کے خانقاہوں کی آبادی، دعوت و تبلیغ کے نام عالمی دنیا میں پھیلے والی
منظم تحریک پورے عالم اسلام میں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جہاد باللسان کا عمل
مدارس عربیہ کی شب و روز محنت و سعی سے وجود میں آئی

مدارس کی سیاسی خدمات:

آج ساری دنیا میں اسلامی تحریکات اپنی منزل کی طرف گامزن ہیں ان تمام اسلامی تحریکات
مصادر و منابع۔ یہی مدارس عربیہ ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں انہی مدارس نے احیاء دین
ابقائے اسلام کے لئے عملی جدو جہد کی ایک عظیم مثال قائم کی امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی
کی روشنی میں شاہ عبدالعزیز اور ان کے شاگردان رشید شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید
اور علماء حق نے مسلمانوں کو منظم کرنے کی پوری جدوجہد کی۔ دارالعلوم دیوبند نے شیخ الہند
حضرت مولانا محمود حسن اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی جیسے نابغہ روزگار
شخصیات کو پیدا کیا۔ جنہوں نے مسلمانان پاک و ہند کی سیاسی رہنمائی کی انگریزوں کی ریشہ
دوائیوں سے ان کو آگاہ کیا انگریز استبداد کے خلاف مسلمانوں کی رہنمائی و دستگیری فرمائی
آگے چل کر جمعیت علماء ہند کے نام ایک سیاسی پلیٹ فارم مسلمانوں کو مہیا کیا جس کے
ذریعے منظم جدوجہد اور مجاہدانہ مساعی جاری رکھ کر علمائے ربانی نے انگریزوں کو سات سمندر
پار کوچ کرنے پر مجبور کیا پاکستان بننے کے بعد علمائے ربانی کی یہ جماعت جمعیت علماء اسلام
شکل اختیار کرلی گئی۔ حضرت لاہوری حضرت درخواستی اور حضرت مولانا مفتی محمود حضرت
مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا عبدالحق نے جمعیت ہی کے سیاسی پلیٹ فارم سے
قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اور 1947ء کا آئین بنایا گیا۔ نظریاتی کونسل تشکیل دی
گئی شراب پر پابندی عائد کی گئی انگریزوں کے نشان کوٹ پتلون کے بجائے شلوار قمیص
دفتری لباس قرار دیا گیا اس کے علاوہ آج بھی جمعیت علماء اسلام مکمل اسلامی نظام کے نفاذ

ے لئے جدوجہد میں مصروف عمل ہے

تہذیب جدید کے طوفان کے سامنے مدارس کا بند

ستان میں مغربی تہذیب کے گیت گائے جاتے ہیں لیکن اس نئی تہذیب معاشرت
ھریوں تعلیم والوں کے ساتھ کسی قسم کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کا کوئی
م نہیں ہے انکی منشاء ہے کہ اسلام کو مغربی تہذیب اس کی مخصوص معاشرت اس
عائلی قانون انکے نظام تعلیم اور انکے زبان و ادب اور رسم الخط بلکہ اس کی پورے
ے الگ کر دیا گیا اور اسلام چند رسوم (Rites) کا مجموعہ بن کر رہ جائے۔ لیکن ہر
میں ہمارے نامور علماء نے اس کی مخالفت کی یہی وہ مسئلہ تھا جس نے مولانا محمد قاسم
نوی کو بے چین رکھا تھا کہ ہمارے جگر کے ٹکڑے جنہوں نے ہمارے خون سے
ش پائی جن کی رگوں میں علماء اور اولیاء کا خون گردش کر رہا ہے ان کالجوں اور
ورسٹیوں میں جاکر مغربی تہذیب کے سائے میں پروان چڑھ کر اسلامی تعلیمات سے
ل طور پر بے گانہ و ناآشنا ہو کر نکلیں اسی بنیاد پر انہوں نے مدارس عربیہ کا قیام عمل
ں لایا۔ جس کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ اسلامی تہذیب اسلامی معاشرت علوم
نیہ اور شریعت اسلامیہ کے لئے ایسے قلعے تعمیر کیئے جائیں جو ہر دور میں یورپی اور
نگی تہذیب کے یلغار کا مقابلہ کر سکیں اس لئے کہ اس مغربی تہذیب کے طوفان کا
بلہ صرف اور صرف اسلامی تہذیب پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے سے ممکن ہے
ں کے لئے مدارس عربیہ شب و روز محنت وجدوجہد میں مصروف عمل ہیں اور یورپ
ے ان ناپاک عزائم کو ملیامیٹ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک پاکستان میں بھی
اروں کی تعداد میں مدارس عربیہ اپنی ایک مخصوص انداز سے مصروف عمل ہیں ان
ارس میں صرف پاکستان کے طلبہ ہی نہیں بلکہ پاکستان کے علاوہ ناروے جرمنی ‘
وتھ افریقہ ‘ سعودی عرب ‘ کویت ‘ قطر ‘ عرب امارات ‘ عمان ‘ انگلینڈ ‘ ہندوستان ‘
لہ دیش ‘ برما ‘ ایران اور افغانستان کی طلبہ زیر تعلیم ہیں ان کی درد دل میں اپنے ملک
ں حفاظت اسلامی نظام کا نفاذ اللہ اور رسولؐ کی تعلیمات کو عام کرنا یہی ان کا نصب
ین اور اساس ہے۔ آج ہر طرف انگریزی اقتدار کی گھٹائیں دن بدن بڑھ رہی ہیں

Scanned with CamScanner

اور ہمارا ملک پاکستان سیاست کے چار چاند اور اس تیرہ و تاریک گھٹا ٹوپ اندھیری
رہا ہے لیکن اس حالت میں بھی زعمائے ملت کی قلب علوم نبوت کے نور سے
رہے ہیں ان کی رگوں میں زندگی کا ابلتا ہوا نیا خون گردش کر رہا ہے ان کی آنکھوں
عزم و یقین کے چشمے پھوٹتے ہیں اور "**یخرجھم من الظلمات الی النور**" کے
بن کر کروڑوں انسانوں کو ظلمات سے نور کی طرف کھینچتے چلے جاتے ہیں۔

درحقیقت ان مدارس عربیہ کا قیام مسلمانوں کے لئے نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے
اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت کے جو آثار آج نظر آرہے ہیں وہ انہی مدارس
کی برکت ہے اور صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں علم دین کی جو روشنی
آرہی ہے یہ اپنی ایک امتیازی شان کے ساتھ انہی مدارس سے حاصل ہوتی ہے۔
جب تک ان مدارس عربیہ کا نظام اسی طرح رواں دواں رہے گا۔ علم دین کی
روشنیاں یونہی اقوام عالم میں پھیلتی چلی جائیں گی۔

بقیہ صفحہ ۲۸

اقدامات میں سے دوھرے ووٹ اور پاک مقننہ میں غیر مسلموں کی شرکت کو ا
مستقل موضوع بنا کر اس کو ایک سازش کے تحت غیر مسلموں کی مداخلت قرا
مسلمانوں کی غیرت کو للکارا ہے۔ آخر میں افغانستان میں سرفروشان اسلام طا
تحریک کا قرآن و سنت کے آئینے میں گہری نظر سے جائزہ لیا ہے اور اس کے متعلق
ہونے والے تمام شبہات کو علمی انداز سے حل کیا ہے۔

الغرض یہ تصنیف سیاسی بصیرت حاصل کرنے میں امت مسلمہ کے لئے ا
تحفہ ہے جس کا پڑھنا ہر خاص و عام کے لئے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ا
بیداری دلا کر حضرت قاضی صاحب کے اس خواب کو جلد از جلد شرمندہ تعبیر
آمین۔

Scanned with CamScanner

جامعہ عثمانیہ کے طلباء کا وفاق المدارس العربیہ کے امتحان میں حوصلہ افزاء نتیجہ

جامعہ عثمانیہ روز اول سے ملک کی عظیم تعلیمی تحریک وفاق المدارس العربیہ سے منسلک ہے اور ہر سال طلباء امتحان میں باقاعدہ شریک ہوتے رہتے ہیں گذشتہ سال وفاق کا نتیجہ سو فیصد رہتے ہوئے کوئی طالب علم ناکام نہیں رہا امسال ثانویہ خاصہ (درجہ رابعہ) ثانویہ عامہ (درجہ ثانیہ) اور متوسط تین درجوں میں کل چھتیس (36) طلباء امتحان میں شریک رہے جبکہ درجہ اعدادئیہ درجہ اولی اور درجہ ثالثہ میں مجموعی طور پر بیالیس طلباء سے جامعہ کے اساتذہ نے امتحان لیا جامعہ کے امتحان میں محمد ریاض متعلم درجہ اولی "اول" 780/760 بنیامین متعلم درجہ ثالثہ "دوم" 780/ 708 اور ریاض محمد درجہ ثالثہ نے 780/691 نمبر لے کر سوئم رہے جبکہ وفاق المدارس کے درجات میں جامعہ میں مجموعی طور پر سعید خان ولد شیراز خان نے 600/ 551 اول' سعید اللہ ولد احمد حسین برمی 600/ 549 دوئم اور فضل علیم ولد حافظ فضل الرحیم نے 600/ 519 نمبر لیکر سوئم رہے ۔

جامعہ کا نتیجہ اس اعتبار سے الحمد اللہ حوصلہ افزاء ہے کہ تمام طلباء میں صرف ایک طالب علم ناکام رہا اور باقی تمام طلباء کامیابی سے ہمکنار ہوئے جامعہ کے متعلمین کے لئے یہ پیغام یقیناً" مسرت کا ہو گا کہ کامیاب ہونے والے طلباء کا درجہ (ڈویژن) اعلیٰ ہے جس کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے

درجات	مجموعہ تعداد	ممتاز	جید جداً	جید	مقبول	فیل
ثانویہ خاصہ	5	2	3	-	-	--
ثانویہ عامہ	19	9	9	1	-	--
متوسط	12	-	7	2	2	1
مجموعہ :-	38	11	19	3	2	1

ادارہ کا حوصلہ افزا نتیجہ رب کائنات کے فضل و کرم اور جامعہ کے مخلص قابل محنت کار اساتذہ کرام کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے مبارک بادی کا اولین مستحق روحانی مربین اساتذہ کرام ہیں اور دوسرے درجہ میں متعلقہ طلباء ان کے سرپرستان جامعہ کے حلقہ خیر خواھان اور سرپرستان مبارک بادی کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ جامعہ یہ محنتیں اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ادارہ کی ترقی کا ذریعہ بنا کر دین کی خدمت بہترین مواقع سے نوازے' آمین

وفاق المدارس العربیہ ملتان کے دفتر سے جاری شدہ نتجیہ کا عکس پیش خدمت ہے

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کی ایک اور پیشکش

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ

انوارِ حق

جلد اول

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم استاذ حدیث و تفسیر حضرت مولانا انوار الحق حقانی صاحب کے خطبات اور مواعظ حسنہ کا حسین گلدستہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کی ایک جھلک وہ اثر انگیز شہ پارہ کا ایک نمونہ علوم و معارف کا خزینہ مختلف موضوعات پر علمی و دینی اور روح پرور تقاریر کا دلچسپ مرقع "از دل خیزد بر دل ریزد" کا صحیح مصداق، سلاست اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے، خطباء، واعظین، مبلغین

— اور اصلاحی حلقوں میں یکساں مفید ہے —

— مرتبین —

- حافظ فضل اللہ جان سواتی
- حافظ سلمان الحق حقانی

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

Scanned with CamScanner

مکتب نتائج الاختبار السنوی لوفاق المدارس العربیہ باکستان —— ١٤١٧ / ١٩٩٧ الثانویۃ العامۃ

اسم المدرسہ: جامعہ عثمانیہ پشاور —— اسم صدر المدرسین —— اسم المدیر

رقم الجلوس	رقم الالتحاق	اسم الطالب	اسم ابیہ	مدیریہ	تاریخ الولادۃ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	المجموع	النتیجہ			الملاحظات
١١٥٣	٢١٧٤٧	آفتاب عالم	اکبر علی	چارسدہ	١٣٩٧ / ١٩٧٧	٨١	٨٢	٨٠	٨١	٩١	٨١	٤٩٤	ممتاز			
١١٥٤	٢١٧٤٨	عنایت اللہ	محمد شعیب	مہمند ایجنسی	١٣٩٧ / ١٩٧٧	٥٨	٦١	٧٥	٧٢	٦٠	٥٤	٣٨٠	[illegible]			
١١٥٥	٢١٧٤٩	محمد وسیم	گلزار محمد	مانسہرہ	١٣٩٦ / ١٩٧٦	٦١	٥١	٧٥	٨١	٧٠	٦٠	٣٩٨	٠			
١١٥٦	٢١٧٥٠	محمد شفیع	محمد صدیق	کوہاٹ	١٣٩٨ / ١٩٧٨	٥٧	٤٧	٧٩	٧٢	٨٥	٤٧	٣٨٧	٠			
١١٥٧	٢١٧٥١	سرور زرین	جان خان	چترال	١٣٩٧ / ١٩٧٧	٩٢	٨٨	٨٢	٩١	٧٨	٧٩	٥١٣	ممتاز			

[illegible]

... کے جاری شدہ نتیجہ کا عکس پیش خدمت

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کی ایک اور پیش کش

وذکر فإن الذکری تنفع المؤمنین

انوارِ حق

جلد اول

دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث استاذ حدیث و تفسیر حضرت مولانا انوار الحق حقانی صاحب کے خطبات ... علوم و معارف کا خزینہ، مختلف موضوعات ... خطباء، واعظین، مبلغین ... کے لئے یکساں مفید ہے

— مرتبین —

○ حافظ فضل اللہ جان سواتی

○ حافظ سلمان الحق حقانی

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

مكتب نتائج الاختبار السنوي لوفاق المدارس العربية باكستان ـــــ ١٤١٧ / ٢١٩ الثانوية العامة

اسم المدرسه: جامعه عثمانيه پشاور ـــــ اسم صدر المدرسين: نزاكت ... ـــــ اسم المدير ـــــ

رقم الجلوس	رقم الالتحاق	اسم الطالب	اسم ابيه	مديريه	تاريخ الولادة	الارقام المحصلة في كل ورقة: [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	ميزان الارقام	النتيجة: التقدير	الاجتهاد	الرابع
١١٩	٣٣٥٩١	محمد فرشاد	محمد يونس	صوابی	١٣٩٧ / ١٩٧٧	٦٠	٨٤	٥٩	٩٣	٩٠	٦٥	٤٥٤	جيد جدا		
١٢٠	٣٣٥٩٢	فضل عليم	فضل الرحيم	مردان	١٣٩٨ / ١٩٧٨	٨٠	٩٣	٧٤	١٠٠	٩٢	٨٠	٥١٩	ممتاز		
١٢١	٣٣٥٩٣	سعيد الله	احمد حسين	اكياب (برما)	١٣٩٥ / ١٩٧٥	٧٨	٩٠	٩٣	١٠٠	٩٨	٩٠	٥٤٩	٥		
١٢٢	٣٣٥٩٤	ابراهيم	زبير خان	نوشهره	١٤٠٠ / ١٩٨٠	٧٤	٨٢	٧٣	٦٧	٩٣	٦٥	٤٥٤	جيد جدا		
١٢٣	٣٣٥٩٥	وحيد الحق	فيض الحق	چارسده	١٣٩٧ / ١٩٧٧	٦٦	٩١	٦٠	٣٠	٧٤	٦٠	٣٨٢	//		
١٢٤	٣٣٥٩٦	سعيد خان	شيراز خان	پشاور	١٤٠٠ / ١٩٨٠	٩٣	٨٩	٩٠	١٠٠	٩٤	٨٥	٥٥١	ممتاز		
١٢٥	٣٣٥٩٧	محمد الله	گل محمد	كوهاٹ	١٣٩٧ / ١٩٧٧	٨١	٨٤	٩١	٩٣	٥٤	٤٠	٤٧٦	جيد جدا		
١٢٦	٣٣٥٩٨	لطيف الله	عبد الله	چارسده	١٣٩٧ / ١٩٧٧	٨٠	٨٤	٦٦	٩٩	٩٣	٦٠	٤٧٥	//		
١٢٧	٣٣٥٩٩	اسد الله	عبد الرحمن	مردان	١٤٠٠ / ١٩٨٠	٧٨	٨٨	٦٢	٦٦	٨١	٨٥	٤٦٠	//		
١٢٨	٣٣٦٠٠	حميد خان	غلام حبيب	كوهاٹ	١٣٩١ / ١٩٧١	٩٥	٨٤	٩٥	٩٩	٩٠	٩٠	٥١٤	ممتاز		
١٢٩	٣٣٦٠١	خطاب گل	وحيد گل	صوابی	١٣٩٥ / ١٩٧٨	٨٣	٨٤	٤١	١٠٠	٩٥	٨٥	٥١٨	//		

مكتب نتائج الاختبار السنوي لوفاق المدارس العربيه باكستان — ١٤٢٠هـ / ١٩٩٩ الثانوية العامة

المدرسه: جامعه عثمانيه پشاور — اسم صدر المدرسين ____ اسم المدير ____

رقم الجلوس	رقم الالتحاق	اسم الطالب	اسم ابيه	مديريه	تاريخ الولادة	الارقام الحاصلة في كل ورقة						ميزان الارقام	النتيجة: التقدير	النتيجة	النتيجة	
١٣١	٣٣٦٠٣	سراج الدين	بخت مهر	باجوڑ ایجنسی	١٤٠١ / ١٩٨١	٨٨	٨٩	٥٥	٩٩	٤٢	٩٠	٤٦٣	جيد جدا			
١٣٢	٣٣٦٠٤	عبد الله امين	جان اكبر	پشاور	١٣٩٦ / ١٩٧٦	٤٤	٩٢	٥٦	١٠٠	٩٣	٩٠	٥٠٥	ممتاز			
١٣٣	٣٣٦٠٥	حبيب الله	حسين احمد	کوائشی	١٤٠٢ / ١٩٨٢	٤١	٨٦	٤٨	١٠٠	٩٤	٨٠	٤٥٣	جيد جدا			
١٣٤	٣٣٦٠٦	سليم الوهاب	حسن النواب	مردان	١٣٩٦ / ١٩٧٦	٤٨	٩٠	٤٤	١٠٠	٨١	٨٥	٤٤٨	ممتاز			
١٣٥	٣٣٦٠٧	خير الانام	محمد يونس	〃	١٣٩٨ / ١٩٧٨	٤٥	٩٤	٦٣	٩٨	٩٦	٩٠	٤٨٦	〃			
١٣٦	٣٣٦٠٨	امتياز احمد	فضل شاه	صوابي	١٣٩٨ / ١٩٧٨	٨٣	٨٨	٥٠	٩٠	٤٤	٩٠	٤٤٥	جيد جدا			
١٣٧	٣٣٦٠٩	فيض الرحمن	شفيق الرحمن	〃	١٣٩٩ / ١٩٧٩	٤٠	٩١	٤٣	٩٦	٤٤	٨٥	٤١٩	ممتاز			
					١٤ / ١٩											
					١٤ / ١٩											
					١٤ / ١٩											
					١٤ / ١٩											
					١٤ / ١٩											

مكتب نتائج الاختبار السنوي لوفاق المدارس العربيه باكستان [illegible] المرحلة المتوسط

اسم المدرسه جامعه عثمانيه [illegible] — اسم صدر المدرسين [illegible] — اسم المدير [illegible]

رقم الجلوس	رقم الالتحاق	اسم الطالب	اسم ابيه	بلده	تاريخ الولادة			[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	المجموع	التقدير	[illegible]	[illegible]
١٩٣٦	٢٢١٥٦	محمد اسحاق	عبد الستار	[illegible]	[illegible]			٥٠	٤٣	٥٥	٦٣	٦٠	[illegible]	٢٧١	مقبول	١٠٥	
١٩٣٤	٢٢١٥٤	سميع الدين	[illegible]	[illegible]	[illegible]			٦٠	٥٧	٨٠	٤١	٩٣	٤٨	٣٧٩	[illegible]	٥٩	
١٩٣٨	٢٢١٥٨	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]			٤٠	٥٩	٦٢	٥٩	٦٥	٤٨	٣٣٣	[illegible]	٥٠	
١٩٣٩	٢٢١٥٩	[illegible]	[illegible]	-	[illegible]			٤٦	٥٠	٦٥	٥٩	٤٠	٦٦	٣٢٦	[illegible]	٤٥	
١٩٤٠	٢٢١٦٠	عبد [illegible]	خان محمد	[illegible]	[illegible]			٤٩	٤٠	٩٠	٦٤	٥٥	٦٦	٣٦٤	[illegible]	٤٥	
١٩٤١	٢٢١٦١	محمد [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]			١٠٠	٦٣	٥٠	٥٤	٤٠	٣٣	٣٤٠	-	٤٥	
١٩٤٢	٢٢١٦٢	محمد [illegible]	محمد [illegible]	[illegible]	[illegible]			٤٩	٤٠	٨٢	٥٩	٤٠	٩٩	٣٦٩	-	٣١	
١٩٤٣	٢٢١٦٣	احسان [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]			٦٠	٦٣	٥٠	٦١	٤٠	٦٦	٣٤٠	-	[illegible]	
١٩٤٤	٢٢١٦٤	[illegible]	فضل [illegible]	[illegible]	[illegible]			٥٣	٥٥	٩٤	٦٤	٤٠	٦٦	٣٧٢	-	[illegible]	
١٩٤٥	٢٢١٦٥	محمد [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]			١٨	٤٥	٥٠	٤١	٦٠	١١	[illegible]	[illegible]	٣٢	

تعلق باللہ

دونوں جہانوں کی کامیابی

حلداً" و مصلیاً" و مسلماً"۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو بہت مختصر سی ہے اور اگر نہ سمجھ میں آئے تو لمبی چوڑی ہے۔ یوں سمجھو کہ اللہ کی ذات و صفات کے خزانے کے ساتھ تمام دنیا اور آخرت کی ساری چیزوں کا تعلق ہی ' ماں کے پیٹ اور پتھر کی اندر کی چیزوں سے بھی اللہ کی ذات کے احکام کا تعلق ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہمارے سامنے ہے اور آخرت میں جو کچھ سامنے آئے گا۔ سب اللہ کی ذات سے متعلق ہیں۔ خدا کی ذات کے ساتھ تو تمام چیزوں کا رابطہ اور تعلق ہے۔ سب کے سب اللہ کے نظام اور ذات سے ظاہر ہو رہے ہیں اور چیزوں کا رہنا اور چھپنا بھی اسی ذات باری کے حکم سے ہے اور اللہ نے جو بھی حکم عطا فرمایا ہے کہ اگر وہ حکم پورا ہو تو اللہ کی ذات کے خزانے حکم پورا کرنے والے کے ساتھ ہوں گے۔ صرف دنیا میں نہیں ' بلکہ دونوں عالم کی ایک ایک چیز میں اللہ کی صفات کا نظام پھیلا ہے۔ تو ضرورت یہ ہے کہ حکم پورا ہو' تاکہ حکم کے پورا کرنے کے ذریعہ اللہ سے تعلق اور رابطہ قائم ہو اور جب اللہ کی ذات سے رابطہ قائم ہوگا تو دو جہاں کی چیزوں سے بھی رابطہ قائم ہوگا۔ یہاں تک کہ ملا ئکہ ' عرش و کرسی ' غلہ ' حیوانات و نباتات سے رابطہ قائم ہوگا اور اگر اللہ سے تعلق و رابطہ نہ رہا تو سب سے رابطہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر رابطہ قائم رہا تو کامیابی ہوگی ورنہ ناکامی ہوگی کیونکہ خدا کی ذات سے کوئی چیز نکلی ہوئی نہیں 'کیونکہ سب اسی کی مخلوق ہے۔ چیونٹی کا رابطہ اللہ سے ہی اگر چاہے گا تو اس سے کٹوا کر مار سکتا ہے اور نہ چاہے تو نہ کٹوائے اور نہ مارے۔ معمولی مکان کے مالک سے رابطہ و ضابطہ قائم کیے بغیر اس کے مکان سے فائدہ نہیں ہو سکتا ہی تو اللہ سے جس کا تعلق نہیں رہا تو زمین اور ساری اشیاء سے بھی اس کا تعلق کٹا ہوا ہے۔ گو ظاہر میں رابطہ نظر آئے ' لیکن درحقیقت کل اللہ تعالی اسی مال اور زمین کو اس کے خلاف چلا دے گا تو آج کا دھوکہ کل کو کھل جائے گا اور وہ کل کا دن روز قیامت ہوگا۔ روز حشر میں یہی مال ہوگا جس سے بے رابطہ مالدار کو داغا جائے گا۔ اس لئے مختصر راستہ یہ ہے کہ انسان ان اشیاء سے براہ راست دلی تعلق قائم نہ کرے بلکہ اللہ سے رابطہ و تعلق قائم کرے۔ اللہ کی عبدیت اپنے اندر پیدا کرے تاکہ اللہ کی صفت و ربوبیت و خالقیت ساری چیزوں کو اس کے موافق بنائے یہ سیدھا اور آسان راستہ ہے یعنی چیزوں سے رابطہ قائم نہ کرے بلکہ چیزوں کے مالک سے رابطہ قائم کرے۔ "**ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب** اس تقوی پر اللہ تعالی غیب سے دے گا۔ **وما**

جس ایمان والوں کے ایمان پر دیے گئے ہیں وہ حالات اپنی جگہ نہ رہیں گے۔ اگر ایک تو اپنی ذات پر محنت کرے گا تو اس کا فائدہ محدود ہو گا اور اگر دوسروں پر عمومی محنت کرے گا تو اس کی محنت عالمگیر بن کر اس کا درجہ اسی کے بقدر بڑھے گا۔ اور اس کی دعائیں اسی کے بقدر قبول ہوں گی۔ اللہ پاک نظام عالم کو دونوں طرح چلاتے رہتے ہیں شرک پر بھی ایمان پر بھی۔ لوگ اگر دوسری چیزوں پر یقین رکھ کر محنت کریں تو اللہ پاک بھی ان لائنوں پر چیزوں کو اٹھا دیتے ہیں۔ اور اگر لوگ اللہ پر ایمان جمانے کی محنت کرتے ہیں تو اللہ ایمان پر سب کو اٹھا دیتے ہیں اور دوسروں کو مٹا دیتے ہیں۔ یقینوں کی تبدیلی کی محنت کے لئے اگر گھر وغیرہ چھوڑیں گے تو اللہ شرک والی مساعی کو ختم کر کے مسائل کو ایمان کے راستے سے حل فرمائیں گے اور شرک والوں پر مصیبت ٹوٹ پڑے گی۔

آج تبلیغ میں کہا یہ جاتا ہے کہ یقینوں کی تبدیلی کے لئے پھر محنت کی جائے تاکہ ایمان میں جان پڑ جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے ایمان میں محنت کر لی جائے تاکہ حکموں پر چلنا آسان ہو۔ جب ایمان آجاتا ہے تو انسان حکموں میں سے پہلے اہم حکم کی تعمیل کو مقدم کرے گا۔ اگر کسی حکم کا تعلق انفرادی یا خاندانی یا گھریلو مسئلے سے ہو تو اس کا چھوڑنا سہل ہو گا اور جس حکم کی وجہ سے ملکوں اور قوموں کے مسائل اٹکے ہوں تو ان کو پورے کرنے کی فکر ہو گی اگر خاندانی مسائل کی فکر میں رہیں گے تو ایک دن سب ضائع ہو جائیں گے۔ کیونکہ ایمان کے بغیر میں سب کا ضیاع ہے۔ دوسرے نمبر پر علم الٰہی کی محنت کرنی پڑے گی۔ اگر یہ دونوں محنتیں ایمان و علم الٰہی کی محنت عام ہو جائے تو سارے باطل اور مصائب ختم ہو جائیں گے۔ اس لئے سب سے پہلے کم از کم تین چلے اس محنت کے لئے فارغ کر کے ایمان اور علم الٰہی کو عام کی لگائے اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ روابط قائم ہوں گے اور جس کا رابطہ اللہ سے ہو جائے گا وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہو جائے گا۔

آپ کو جاننا چاہئے کہ آپ کی ادنیٰ توجہ سے جامعہ عثمانیہ پشاور کا ایک ہونہار اور صالح طالب علم رب کائنات کے مقدس دین کا داعی مبلغ مدرس اور حافظ بن سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

تبصرہ کتب

مفتی نجم الرحمان مدرسہ جامعہ عثمانیہ پشاور

نام کتاب :۔ انتخابی اصلاحات سے متعلق قرآن و سنت کی تعلیمات

نام مؤلف :۔ حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ

صفحات :۔ ۴۲

قیمت :۔ ۲۵ روپے

ناشر :۔ تحریک عمل برائے نفاذ شریعت اسلامیہ پاکستان کلاچی

اسلام نے اگر ایک طرف لوگوں کو عبادت کا درس دیا ہے اور ذاتی طور پر ہر ایک کو نیک بننے کا حکم دیا ہے تو دوسری طرف لوگوں کو دنیا میں امن و امان پر مشتمل ایک فقید المثال نظام بھی مرتب کیا ہے کہ اس نظام کے قیام سے دنیا میں بھی لوگوں کو دیکھنے والے پر سکون مناظر نظر آئیں گے۔ چنانچہ یہ سب پر عیاں ہے کہ خلفائے راشدین کی زہد و تقوی سے بھرپور ایمان افروز واقعات جب سامنے آتے ہیں تو کان میں پڑنے والے ہر آدمی پر رقت طاری ہوتی ہے۔ لیکن عبادات کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود انہوں نے دنیا میں عدل و انصاف پر مبنی ایسا نظام حکومت قائم کیا کہ نئی حیران کن ایجادات کی بدولت اپنے آپ کو تہذیب و تمدن کے بلند مقام پر سمجھنے والوں کے سامنے جب ان کی سیرت اور نظام حکومت کا تذکرہ ہوتا ہے تو حیرت سے حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ یقیناً" ان لوگوں نے مادی لحاظ سے بڑی ترقی کی ہے لیکن ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود خلفائے راشدین جیسا عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کی کوئی مثل اپنی ایجادات میں پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے مقابلے میں انہوں نے جمہوریت وغیرہ کے نام سے جو نظام قائم کئے ہیں ان نظاموں نے معاشرے سے عدل و انصاف کا نام تک مٹا دیا۔ ہمارے ملک کے اسلام کی حقیقت سے ناواقف ظاہر بینی کے

شکار مسلمانوں نے (جو آج بھی ذہنی اور فکری طور پر غلامی کی زنجیروں میں ہوئے ہیں) جب سے غیر مسلموں کے اس نظام کو فخر اور خوشی سے اپنے سینے تو ملک کی آزادی سے لیکر آج تک اس کا مشاہدہ چلا آ رہا ہے کہ ہمارا ہر آ پچھلے دن سے بدتر ہو کے چلا آ رہا ہے اور ترقی کے بجائے ہر روز تنزل کی د رہے ہیں۔

اس ذلت آمیز نظام سے چھٹکارا دلانے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبو ممتاز عالم دین مفکر اسلام حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب نے "تحریک شریعت" کے نام سے ملک گیر تحریک شروع کی ہے نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث مہارت اور اپنی فقہاہت کی وجہ سے علمی حلقوں میں ایک ممتاز حیثیت کے حا بلکہ اپنی فصاحت اور قوۃ تصنیف کی بدولت ہر دلعزیز ہیں ان کی تحریک کے مقصد مسلمانوں کی عملی اصلاح کے ساتھ ان کی حکومتی اور سیاسی اصلاح بھی شامل ہے محض اپنی ذاتی اصلاح سے ملک میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی رونما نہیں ہوتی جب تک سیاسی لحاظ سے پورے ملک کی اصلاح نہ ہو جائے۔ اس مقصد کے تحت حضرت قا صاحب ہفتہ وار درس دیتے ہیں اور مختلف مقامات پر بھی ان کی مجالس منعقد ہوتی جس میں وہ قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح عقائد کے ساتھ ملک کی سیاسی اص کے بارے میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ ان کے ہفتہ وار دروس تصنیف کی ش میں بھی منظر عام پر آتے ہیں ان کے ۴۷ دروس پر مشتمل مجموعہ ۱۹۹۵ء میں شائع ہو ہے زیر تبصرہ کتاب "انتخابی اصلاحات سے متعلق قرآن و سنت کی تعلیمات" تحریک عمل کے دروس کا دوسرا حصہ ہے۔ یہ انتہائی قیمتی اور پرمغز معلوماتی مضامین پر مشتم ہے اس میں انہوں نے تحریک عمل کی پابندیوں، تحریک کی کارگزاری اور ووٹ متعلق تحریک عمل کے موقف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے سیاسی معاملا پر سیر حاصل بحث کی ہے آج کل کے اسلامی اصول کے منافی سیاسی اقدامات کی تردید او نقصانات بیان کرنے میں خوب عرق ریزی سے کام لیا ہے اور بعض سیاسی رہنماؤں منافقانہ رویے کو طشت ازبام لانے میں دلیرانہ انداز اختیار کیا ہے۔ غیر اسلامی سیا

Scanned with CamScanner